

ازالہ خبط و اختلال

دفاعِ مسلکِ اعتدال

مسلکِ اعتدال پر لگائے گئے
اتہامات کا علمی محاسبہ

مصنف

علامہ پیر محمد ثاقب اقبال شای

چئیرمین و سرپرست اعلیٰ تحریک کفر الہدی انٹرنیشنل

ناشر

تحریک کفر الہدی انٹرنیشنل (یو۔کے)

بسم الله الرحمن الرحيم
محمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ
أجمعین، اما بعد
پیش لفظ

زیر نظر تحریر فقیر کی کتاب ”مسک اعتدال“ پر لگائے گئے بے جا اتہامات اور الزام تراشیوں کے علمی جوابات پر مشتمل ہے۔ اس تحریر میں فقیر نے اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف انہی باتوں کے جوابات پر اکتفا کیا ہے جن کا تعلق ”مسک اعتدال“ سے ہے۔ رہے وہ اعتراضات جن کا تعلق ”مسک اعتدال“ سے نہیں بلکہ معاندین نے جن باتوں کی آڑ میں براہ راست فقیر کی ذات پر کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کی ہے مثلاً اپنی تحریروں میں جا بجا نام لے کر فقیر کی تحقیر و تذلیل کی ہے یا کسی فقہی مسئلے کی بنیاد پر فقیر کو فاسق کہا ہے تو اس تحریر میں ان تمام باتوں کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ البتہ اگر کوئی مخلص سنی براہ راست رابطہ کر کے ان باتوں کی وضاحت طلب کرے گا تو ضرور اُس سنی بھائی کو دلائل کی روشنی میں تسلی و تشفی بخش جواب سے مطمئن کیا جائے گا۔

”مسک اعتدال“ کے مندرجات کو غلط طریقے سے پیش کر کے جو

اتہامات اور الزام تراشیاں کی گئی ہیں اگرچہ اُن کا بھی جواب دینا ضروری نہیں تھا اور نہ ہی فقیر اُن باتوں کے جوابات دینے کا عادی ہے جنہیں بدگمانی یا حسد و عناد کی وجہ سے بغیر کسی دلیل کے فقیر پر لگایا گیا ہو، مگر سادہ لوح احبابِ اہل سنت کی تسکین خاطر کے لیے قلم اُٹھانا پڑا تا کہ مخالفین کی اس سعیِ مذموم کی وجہ سے کم علم لوگ خواہ مخواہ بدگمانی کا شکار نہ ہوں۔ اور ”مسلک اعتدال“ کے ذریعے اہل سنت کے درمیان اتحاد کے قیام کی کوشش رائیگاں نہ جائے۔ چوں کہ لوگوں کو بدگمانی سے بچانا اور لوگوں کی بدگمانی دور کرنے کی کوشش کرنا بھی سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ لہذا اسی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے فقیر نے چند معروضات سپردِ قریاس کئے ہیں تا کہ غیر جانب دار قارئین انہیں بغور ملاحظہ فرما کر انصاف سے کام لیں۔ البتہ حاسدین و معاندین کے حق میں دُعا ہی کی جاسکتی ہے۔ بقول امام اہل سنت۔

عدو بد دین مذہب والے حاسد	تو ہی تنہا کا زورِ دل ہے یا غوث
حسد سے اُن کے سینے پاک کر دے	کہ بدترِ دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث
غذائے دق یہی خوں استخواں گوشت	یہ آتش دین کی آکل ہے یا غوث
دیا مجھ کو اُنہیں محروم چھوڑا	مرا کیا جُرم حق فاصل ہے یا غوث

خُدا سے لیں لڑائی وہ ہے مُعْطٰی نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث
عطا نہیں مقتدر، غفّار کی ہیں عبث بندوں کے دل میں غلّ ہے یا غوث

فقط

اسیر بارگاہِ فیضی

محمد ثاقب اقبال چشتی نظامی

مقیم حال: برمنگھم، برطانیہ

info@kanzulhuda.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله حمدًا يوافي نعمة ويكافئ مزيده. والصلاة والسلام على
رسوله الكريم المفضل على العالمين بالخصائص الفريدة.
وعلى آله وصحبه وأزواجه وذرياته وأهل بيته البوصوفيين
بالخصائل الحميدة. اما بعد:

دفع بہتان

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا: وہ بات اُن کو بہت ناگوار گزری ہے
کچھ دنوں پہلے سوشل میڈیا پر اس فقیر کی کتاب ”مسلك اعتدال“ کے رد
میں ایک کتابچہ کافی پھیلا یا گیا۔ پورا کتابچہ ایک غلط مفروضے کے رد میں لکھا گیا
ہے۔ یعنی ایک غلط الزام کو گڑھ کر فقیر کی طرف منسوب کیا گیا اور جس کو ثابت کرنے
کے لیے فقیر کی کچھ عبارتوں کا غلط مفہوم نکال کر پھر پورے کتابچے میں اس کا رد کیا
گیا ہے۔ معاندین سے جب ”مسلك اعتدال“ کے مندرجات کا رد بن نہ پڑا تو
اپنی دانست میں بڑی دور کی کوڑی لے کر آئے۔ اور ایسا کرنا ان کی مجبوری تھی ورنہ
وہ رد کس چیز کا کرتے۔ کتابچے کے پہلے صفحے پر لکھا:

”جناب ثاقب اقبال شامی صاحب کی کتاب ”مسلك

اعتدال، نظر فقیر سے گزری جس میں شامی صاحب نے پورا زور صرف اس بات کو ثابت کرنے پر لگا دیا کہ اگر کوئی شخص اپنی دانست میں کسی بھی عمل کو جائز سمجھتے ہوئے ائمہ اربعہ میں سے کسی بھی امام کے قول مرجوح یا ضعیف کو اختیار کر لیتا ہے تو ایسا کرنا اُس کے حق میں جائز ہے۔ چاہے اس کا یہ اختیار شدہ عمل اس کے مذہب میں ناجائز و حرام ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہ ہی اس کی وجہ سے اُس کی تفسیق کی جائے گی اور نہ ہی اُسے اس منکر کے ارتکاب سے منع کیا جائے گا۔“

نعوذ باللہ من ذلک۔ اس عبارت کے خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں۔ گویا کہ فقیر کے نزدیک یہ مطلقاً جائز ہے کہ ہر کوئی اپنے کسی بھی مسئلے میں کسی بھی مذہب کو اختیار کر سکتا ہے۔ مخالفین فقیر کی کسی تقریر یا تحریر سے ایک بھی ایسا صریح جملہ نہیں دکھا سکتے جس کی بنا پر اپنی لگائی گئی تہمت کو ثابت کر پائیں۔ یہ بات جھوٹ ہے اور ایسا سفید جھوٹ کہ اس کے ازالے کے لیے الگ سے کوئی صفائی نہ دیتے ہوئے ”مسلک اعتدال“ کی عبارات ہی کافی ہیں۔ بلکہ خود کتا بچے کی متضاد عبارتیں ہی اس الزام کے رد کے لیے کافی ہیں۔ چنانچہ ص ۳۶ پر لکھا:

”اب آپ کیا کہیں گے؟ مخالفتِ مذہب واجبِ رد منکر

ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان حضرات کا رد فرمائیں۔ اور کہہ دیں یہ تمام ائمہ دین تلبیس ابلیس کا شکار ہوئے۔“

”دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔“ معاندین جب شروع ہی میں یہ دعویٰ کر چکے کہ فقیر کے نزدیک ہر کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جب چاہے کسی بھی مذہب کے کسی بھی قول کو اختیار کرے اُسے اس مخالفتِ مذہبی سے منع نہ کیا جائے۔ تو اب صفحہ ۳۶ پر پہنچ کر کیا یہ اپنے اس دعوے کو بھول گئے جو فقیر سے سوال کرنے کی ضرورت محسوس کی کہ کیا فقیر مخالفتِ مذہب کو واجبِ رد منکر مانتا ہے یا نہیں؟ پھر فقیر کی طرف سے جواب بھی فرض کر لیا کہ ”اگر نہیں تو ان حضرات کا رد فرمائیں“ الخ“

پھر اس کے فوراً بعد قلابازی کھاتے ہوئے ایک اور مفروضہ گڑھا اور اس کا رد کرنے لگے۔

”اگر آپ کہیں کہ امام معین کا اتباع واجب تو ہے لیکن اس کا تارک فاسق نہیں۔ ہم کہیں گے جناب آپ کا یہ قول ہی سرے سے مردود ہے۔ الخ“

جب بقول ان کے فقیر نے امام معین کے اتباع کے عدم وجوب کا قول کیا ہے تو فقیر کے اس مفروضہ قول کے متضاد ایک عجیب و غریب قول کو فرض کر کے اُس کے رد میں دماغ سوزی کرنے سے کیا حاصل؟ ایسا کر کے معاندین آخر کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

پھر اس کے بعد لکھا:

”شامی صاحب! یا تو یہ کہہ دیں کہ اتباعِ امام و مذہب واجب نہیں“

(ص ۳۶)

سبحان اللہ، یعنی معاندین بھی جانتے ہیں کہ فقیر نے ابھی تک ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا اسی لیے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے تو آپ پر مذہبِ امام سے آزادی کی تہمت لگا دی مگر ہم ثابت نہیں کر پائے اس لیے آپ ہی کہہ دیجئے کہ اتباعِ امام و مذہب واجب نہیں تا کہ ہماری جھوٹی تہمت سچی ثابت ہو جائے اور اس جھوٹ کی وجہ سے ہماری رسوائی نہ ہو۔

ہم پر تمہاری تہمتِ ناکام کا ثبوت ہم سے ہی مانگتے ہو شرافت تو دیکھیے

اسی طرح کتابچے میں منقول امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ”الفضل الموهبی فی معنی اذ اصح

الحديث فهو مذهبي“ کی وہ چند عبارتیں جو غیر مقلدین کے رد میں سرکار اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھیں انہیں معاندین نے اس فقیر پر چسپاں کیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ جو دعویٰ غیر مقلدین کا ہے وہی اس فقیر کا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ مگر افسوس کہ اپنے اس بہتان کے ثبوت میں اس فقیر کا ایک بھی جملہ پیش نہیں کر پائے۔ دُنیا جانتی ہے کہ ترک تقلید اور براہِ راست عمل بالحدیث کا جو دعویٰ غیر مقلدین کا ہے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس فقیر کو بلکہ اس کے پورے خاندان کو اس سے کوسوں دور رکھا ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ فقیر ہمیشہ اپنی تقریر و تحریر میں اس باطل نظریے کا رد و ابطال کرتا آیا ہے بلکہ ”مسلک اعتدال“ میں بھی فقیر نے غیر مقلدین اور اجتہاد کے دعوے داروں کا حوالوں کے ساتھ رد کیا ہے۔ مگر فقیر کی کتاب کو پڑھ کر جانے ایسی کیا وحشت طاری ہوئی کہ رد کو موافقت سمجھ بیٹھے۔

وحشت میں ہر نقشہ الٹا نظر آتا ہے مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے
بہت سے سادہ لوح قارئین امام اہل سنت کی عبارتوں اور حوالوں سے متاثر ہو کر بدظن ہو جاتے ہیں اور اس طرف توجہ نہیں دیتے کہ جس کے خلاف یہ عبارتیں استعمال کی جا رہی ہیں وہ تو خود ان عبارتوں کا پرچار کرنے والا اور غیر

مقلدین سے نبرد آزار ہنہ والا ہے۔ ایسے ہی حضرات کی بدظنی کے ازالے کے لیے اس کے جواب میں قلم اٹھانا پڑا اور نہ فقیر کے خلاف ایسے اوجھے ہتھکنڈے مخالفین آئے دن اپناتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں علم عطا کرے اور اُس علم کو برداشت کرنے کا ظرف بھی عطا کرے۔ اگر بغیر ظرف کے علم ہو تو اُس کا ضرر اُس کے نفع سے زیادہ ہوتا ہے۔ اگر معاندین کا مقصد انہی خود ساختہ مفروضات کو گڑھ کر اُن کا رد کر کے اپنے پندارِ علم کا لوہا لینا تھا تو اپنی صلاحیت اور قیمتی وقت کو بد مذہبوں خصوصاً غیر مقلدین کے رد میں صرف کرتے تب بھی مقصد حاصل ہو جاتا اور یہ اہل سنت کے حق میں بھی مفید ثابت ہوتا۔ مگر اس کے برعکس عقائدِ اہل سنت کی ترویج اور بد مذہبوں کو کچلنے میں مصروف ایک صحیح العقیدہ سنی کو عوام کے درمیان غیر معتبر ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں وقت اور صلاحیتوں کو برباد کرنا ہرگز سنیت کے حق میں مفید نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ فقیر نے ”مسلک اعتدال“ میں عامی پر اپنے ذاتی عمل میں مذہبِ معین کے التزام کے وجوب و عدم وجوب کے مسئلے کو بالکل ذکر نہیں کیا۔ اس لیے کہ یہ فقیر کا موضوع ہی نہیں تھا۔ بلکہ فقیر کا موضوع اختلافی مسائل میں

تفسیق و انکار کے مسائل کو بیان کرنا تھا۔ فقیر کے نزدیک عام حالات میں عامی پر مذہب معین کا التزام کرنا یعنی تقلید شخصی واجب ہے۔ اور جواز انتقال مذہب غیر کی جو کڑی شرطیں فقہانے بیان فرمائی ہیں وہ عام حالات میں پائی نہیں جاتیں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ضرورت شرعیہ کے پائے جانے پر تقلید غیر جائز ہے۔ مگر فقیر کے نزدیک اگرچہ ضرورت پائی جائے، دیگر بیان کی گئی شرطوں کے بغیر تقلید مذہب غیر ہرگز جائز نہیں۔ مثال کے طور پر ضرورت شرعیہ کے تحقق کے باوجود اگر کوئی کسی مسئلے میں اپنے امام کے سوا باقی تینوں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کرے اور تلفیق سے نہ بچے تو فقیر کے نزدیک تقلید غیر کی یہ صورت بالا جماع ممنوع و منکر ہے۔ مثلاً اگر کوئی حنفی ضرورت شرعیہ کے وقت خون بہنے سے وضو کے عدم نقض میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرے تو اُس پر لازم ہے کہ وہ نماز پوری ہونے تک کوئی ایسا کام نہ کرے جو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبطل نماز ہے۔ لیکن اگر وہ اسی کے ساتھ مثلاً غیر محرم کو بغیر کسی حائل کے چھوئے تو اُس کا یہ وضو دونوں اماموں کے اتفاق سے باطل ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو اس لیے باطل ہے کہ اُس کا خون بہا اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس لیے باطل ہے کہ اُس نے بغیر حائل کے غیر محرم کو چھوا۔ اسی کو

تلفیق کہتے ہیں۔ لہذا ایسی صورت میں اگرچہ ضرورت کا تحقق ہے اُس کے لیے تقلید غیر جائز نہیں۔ اس لیے کہ تلفیق سے بچنا بالاجماع واجب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور ان مسائل میں فقیر پوری طرح ماضی کے فقہاء کا متبع اور اُن کی آرا کا پابند ہے۔ چنانچہ ”بغیۃ المسترشدین“ میں علامہ عقیف الدین عبد اللہ بن الحسین بن عبد اللہ بافتیہ باعلویٰ حضری شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۲۶۶ھ) سے منقول ہے:

”تقلید مذهب الغیر یصعب علی علماء الوقت فضلاً عن

عوامهم خصوصاً ما لم یخالط علماء ذلك المذهب، إذ لا

بدمن استیفاء شروطہ۔“

ترجمہ: ”مذہب غیر کی تقلید علماے وقت کے لیے دشوار ہے چہ جائے کہ عوام کے لیے آسان ہو، خصوصاً جب کہ اُس مذہب کے علما ہمارے درمیان موجود نہ ہوں اس لیے کہ مذہب غیر کے جواز کی شرطوں کو پورا کرنا ضروری ہے۔“ (ص: ۷۱، ناشر: دار الفکر، بیروت)

”الحدیقة الندیة“ کی عبارت سے غلط فہمی کا ازالہ

”مسلك اعتدال“ کے آخر میں مطبوع الحدیقة الندیة کی وہ ملخص عبارت جسے فقیر نے کتاب میں صفحہ ۴۳ پر بغیر کسی تلخیص کے مکمل نقل کیا ہے، جس سے

ہمارے کرم فرماؤں کو یہ مغالطہ ہوا کہ یہ فقیر لوگوں کو مذہبِ فقہی کی قید سے آزاد کرنا چاہتا ہے۔

(ترجمہ) ”جب کسی مسئلے کے جواز کی تخریج ہمارے

مذہب یا ہمارے غیر کے مذہب کے اقوال میں سے کسی قول پر ممکن

ہو تو یہ وہ منکر نہیں جس پر انکار کرنا اور اُس سے روکنا واجب ہے۔ بلکہ

منکر تو وہی ہے جس کی حرمت پر اور اُس سے نہی پر اجماع واقع ہو۔“

حالاں کہ اس عبارت کا تعلق نہی عن المنکر اور تفسیق کے مسائل سے ہے نہ

کہ افتا و قضا میں مطلقاً مذہبِ غیر پر عمل کرنے سے۔ اور نہ ہی ذاتی عمل میں بغیر

شرطوں کو پورا کیے مذہبِ غیر کی طرف انتقال کرنے سے۔ اور نہ ہی فقیر نے اس

عبارت کا وہ معنی لکھا جس کا دعویٰ ان نادان کرم فرماؤں نے کیا ہے۔ اسی کو کہتے

ہیں:

”بھان متی نے کنبہ جوڑا کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا“

افسوس کہ بغیر کسی دلیل کے ایک بہتان تراش کر پورا کتابچہ لکھ ڈالا، لہذا

حقیقت میں کتابچہ فقیر کے رد میں نہیں بلکہ اُس کے رد میں ہے جس نے ایسا کوئی

غلط دعویٰ کیا ہو جس کا الزام فقیر کے سر مونڈنے کی کوشش کی گئی ہے۔

فتاویٰ رضویہ کے وہ مقامات جہاں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ عبارت نقل کی ہے، کتابچے میں وہاں یہ ثابت کرنے کوشش کی گئی ہے کہ ان سارے مقامات پر قولِ امام سے عدول کے اسباب میں سے کوئی سبب موجود تھا اسی لیے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہاں مرتکبین پر سخت حکم نہیں لگایا۔ مگر ان معاندین کی یہ ساری کاوش فقیر کے خلاف تب ہوتی جب فقیر یہ دعویٰ کرتا کہ علامہ نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے قول ضیعف پر فتویٰ دینا جائز ہو گیا یا مرتکبین کے لیے بغیر شرطوں کے تحقق کے مذہبِ امام سے عدول جائز ہو گیا۔

در اصل ”الحدیقۃ النندیۃ“ کی مذکورہ عبارت ایک عام قاعدہ ہے مگر چند جزئیات اس کے الفاظ کے عموم سے خارج ہیں۔ مثلاً (۱) بغیر اسبابِ ستہ مشہورہ کے مذہبِ غیر یا قولِ مرجوح پر افتا یا قضا کا مسئلہ (۲) ذاتی عمل میں بلا ضرورت قولِ مرجوح پر عمل کا مسئلہ (۳) ذاتی عمل میں مذہبِ غیر کی طرف بغیر شرطوں کے انتقال کا مسئلہ، وغیرہ۔

جب کہ چند دیگر جزئیات اس کے عموم میں داخل ہیں جیسا کہ فقیر نے ”الحدیقۃ النندیۃ“ کی اس عبارت کو

(۱) فی زمانہ برصغیر کے علمائے اہل سنت کے درمیان فقہی اختلاف پر منطبق کیا

ہے۔

(۲) اُس اختلافی مسئلے پر منطبق کیا ہے جس میں دونوں اقوال قوی ہوں اور دونوں پر فتویٰ دینا جائز ہو۔

(۳) اسی طرح اُس جاہل عامی کے عمل پر منطبق کیا ہے جو سرے سے تقلید ہی نہ کرے اور بغیر کسی امام کی تقلید کے کوئی عمل جائز سمجھ کر کرے اور وہ عمل مذاہب اربعہ کے کسی قول قوی کے (اگرچہ مرجوح ہو) موافق ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں وہ علم حاصل نہ کرنے اور تقلید کے فرض کو ادا نہ کرنے کے سبب گنہگار ہوگا۔ لہذا اُسے نرمی سے مسئلہ سمجھا کر تقلیدِ امام کی تلقین کی جائے گی نہ کہ بغیر تقلید کے کیے گئے اُس عمل پر کسی مذہب کو لاگو کر کے حکم فساد دیا جائے گا یا انکار کیا جائے گا۔ جیسا کہ فقیر نے اس کی مکمل وضاحت ”مسلك اعتدال“ میں صفحہ ۳۸ تا ۴۱ پر ”بغیر تقلید کے عمل کرنے کا حکم“ کے عنوان کے تحت کر دی ہے۔ اس صورت کا انتقالِ مذہب سے کوئی تعلق نہیں اس لیے کہ کسی مسئلے میں انتقالِ مذہب کا تصور تب ہی ممکن ہے جب اولاً اُس مسئلے میں کسی امام کی تقلید کا تحقق ہو۔ اس کی مزید وضاحت آگے آئے گی۔

(۴) اسی طرح ”الحدیقة الندیة“ کی اس عبارت کو ایک اور صورت پر محمول کیا

جاسکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی مقلد عامی کے لیے اپنے ذاتی عمل میں مذہب غیر پر عمل کرنے کی شرطیں پائی جائیں تو وہ ایسی صورت میں شرطوں کی پابندی کرتے ہوئے انتقالِ مذہب غیر کرے تو اُس پر بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ اس کا اعتراف کتا بچے میں بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ”تحفۃ المحتاج“ کی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا:

”اگر کوئی عالم کسی شخص کو کوئی مختلف فیہ حرام کرتے دیکھے تو

اُس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک اُس کا مذہب نہ جان لے۔ کہ اُس کے اعتقاد میں یعنی اُس کے مذہب میں یہ عمل حرام ہے۔ اور اگر حرام بھی ہو تو کہیں کسی ضرورتِ شرعیہ کے سبب تو عمل نہیں کر رہا۔“

(ص ۱۰۳)

یعنی اگر وہ کسی ضرورتِ شرعیہ کی وجہ سے کسی مسئلے میں انتقالِ مذہب کرے تو اُس پر انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ عامی کے ذاتی عمل میں نہ کہ اتفاقاً میں انتقالِ مذہب کے جواز کی شرطوں میں ضرورت کی شرط اصحابِ تخیر و اہل تعین کے درمیان دیگر چند شرطوں کے متفق علیہ ہونے کے باوجود مختلف فیہ ہے۔

کتانچے کا ردّ مسلک اعتدال میں

اگر فقیر کا وہ موقف ہوتا جس کا بہتان کتانچے میں لگایا گیا ہے تو فقیر اپنی کتاب ”مسلک اعتدال“ میں ہر گز یہ نہ لکھتا کہ قول مرجوح پر مفتی کا فتویٰ دینا اور قاضی کا فیصلہ کرنا بالاجماع حرام ہے بلکہ اپنے ذاتی عمل میں بھی قول مرجوح پر عمل کرنا جائز نہیں **لکون المرجوح صار منسوخاً۔ (رد المحتار)** مرجوح کے منسوخ کے حکم میں ہونے کی وجہ سے کہ جس طرح منسوخ پر عمل جائز نہیں مرجوح پر بھی عمل کرنا جائز نہیں۔ ملاحظہ ہو: ”مسلک اعتدال“ ص: ۷۵ تا ۷۸۔ اور جب فقیر کے نزدیک اپنے ہی مذہب کے قول مرجوح پر فتویٰ دینا اور قاضی کا فیصلہ کرنا بلکہ عامل کا عمل کرنا جائز نہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فقیر مذہب غیر پر مفتی اور قاضی کو عمل کی اجازت دیدے۔ یا عامی کو بغیر شرطوں کے تو فر کے مذہب غیر پر عمل کی اجازت دے۔ معاندین فقیر کی کسی تقریر یا تحریر سے ایک بھی ایسا صریح جملہ نہیں دکھا سکتے جس کی بنا پر اپنی لگائی گئی تہمت کو ثابت کر پائیں۔

”مسلک اعتدال“ میں منکر مذہبی کا بیان

بعض لوگوں نے کہا کہ کتاب میں منکر مذہبی کا حکم بیان نہیں ہوا۔ حالاں کہ فقیر نے کتاب میں صراحتاً یہ لکھا کہ جو کسی اختلافی مسئلے میں حرمت کا قائل ہو وہ

ضرور گنہگار و فاسق ہے اور اُس فعل پر انکار بھی کیا جائے گا۔ جیسا کہ عرض کیا:
”مگر جو شخص کسی مختلف فیہ فعل کو حرام جان کر کرے تو وہ گناہ
گار ہے، اُس پر فسق کا حکم لگے گا، اور اُس پر نہی عن المنکر کرنا واجب
ہوگا۔ چنانچہ امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۷۷ھ) نے
تحریر فرمایا: ”ویجب الإنکار علی معتقد التحريم وإن اعتقد
المنکر إباحته، لأنہ یعتقد أنه حرام بالنسبة لفاعله باعتبار
عقیدتہ“ ترجمہ: ”اور مختلف فیہ فعل کو حرام سمجھ کر کرنے والے پر انکار
واجب ہے اگرچہ انکار کرنے والا اُسے جائز سمجھتا ہو، اس لیے کہ انکار
کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ وہ فعل فاعل کے اعتقاد کے اعتبار سے اُس
فاعل کی طرف نسبت کرتے ہوئے حرام ہے۔“ (تحفة المحتاج بشرح
المنہاج، جلد: ۹، صفحہ: ۲۱۸، ناشر: المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ،
مصر) معلوم ہوا کہ جب فقہا کسی مختلف فیہ حرام فعل کے مرتکب پر بغیر
کسی تفصیل و قید کو بیان کیے مطلقاً فسق کا حکم لگاتے ہیں تو اُن کی یہی
مُراد ہوتی ہے کہ اگر اُس فعل کو کرنے والا اُسے حرام جان کر کرے تو
وہ گناہ گار ہے اور اگر اُس پر مُصر ہو تو فاسق ہے۔“ (مسلك اعتدال،

(ص: ۴۱)

اس عبارت سے فقیر نے یہ بتانا چاہا کہ جس طرح کوئی حنفی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید میں گوہ کے گوشت کو حرام اعتقاد کر کے کھائے یا کوئی شافعی امام شافعی علیہ الرحمۃ کی تقلید میں مور کے گوشت کو حرام اعتقاد کر کے کھائے یا بغیر تقلید صحیح کے جہالت میں گوہ یا مور کے گوشت کو حرام اعتقاد کر کے کھائے تو ضرور وہ گنہگار ہوگا اور اُس کے اس فعل پر اُس کی تفسیق کی جائے گی۔ اس لیے کہ وہ جسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سمجھتا ہے اُس پر قصدِ اجراء کرتا ہے۔

کتابچے سے مقصود تذلیل یا اصلاح

اگر توفیق حسن ظن ہوتی تو یہ نوآموز کرم فرما فقیر پر اتنی بڑی تہمت نہیں لگاتے۔ یا کم از کم ردّ میں کوئی تحریر عام کرنے سے پہلے اس فقیر سے تحریری وضاحت طلب کر لیتے۔ اس لیے کہ فقیر کو دعویٰ ہمہ دانی نہ کبھی تھا نہ اب ہے اور نہ بندہ خود کو معصوم عن الخطا سمجھتا ہے اس لیے کہ من آنم کہ من دانم۔ اور نہ ہی کبھی فقیر کو اُن حضرات سے کوئی ناراضگی رہی ہے جنہوں نے اصلاح کی کوشش کی ہے بلکہ فقیر نے مخلص خیر خواہوں کی اصلاح کا ہمیشہ خیر مقدم کیا ہے۔

بُرا سمجھوں اُنہیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا

کہ میں خود بھی تو ہوں اقبال اپنے نکتہ چینوں میں
اسی لیے تو ”مسلک اعتدال“ میں اہل علم سے یہ گزارش کی تھی:
”اور علمائے کرام اگر اس میں کچھ غلطی پائیں تو ضرور مطلع
فرما کر اصلاح فرمائیں، یہ فقیر شکر گزار ہوگا۔“

فإن تجد عيباً فسد الخلا فجل من لا عيب فيه وعلى
(صفحہ ۱۱)

کتاب کے آخر میں ”خاتمہ“ کے تحت عرض کیا:
”آخر میں قارئین کرام سے مؤدبانہ عرض ہے کہ اس تحریر
کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد اگر کسی کے ذہن میں کوئی سوال پیدا ہو یا
کسی کو کوئی بات درست معلوم نہ ہو تو وہ بلا جھجک ہمیں لکھ کر بھیجے۔ اگر
ہم سے ممکن ہو تو کتاب کے اگلے ایڈیشن میں سائل کو اطمینان بخش
جواب دینے کی کوشش کریں گے اور اگر ہم اپنی کسی غلطی پر مطلع
ہوئے یا ہمیں اپنی کسی رائے میں کمزوری نظر آئی تو بغیر کسی شرم
و تاخیر کے ہمیں آپ حق کی طرف رجوع کرنے والا پائیں گے۔ ان
شاء اللہ تعالیٰ۔“ (صفحہ ۱۱۲)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل

فرمایا:

”من وعظ أخاه سر افقد نصحه وزانه ومن وعظه علانية فقد

فضحه و شانه“

ترجمہ: ”جس نے اپنے مسلمان بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی بے شک اُس نے اُس کا بھلا چاہا اور اُسے سنوارا۔ اور جس نے اُسے اعلانیہ نصیحت کی تو بے شک اُس نے اسے رسوا کیا اور اُس کا بُرا چاہا۔“ (المجموع، ۱/ ۱۳، ناشر: دار الفکر، بیروت)

دعوت و تبلیغ سے وابستہ افرادِ اہل سنت کی کوئی ایسی فاش علمی غلطی جس کا تعلق کفر و بد دینی سے نہ ہو اُس کا چھپانا واجب ہے اور تنہائی میں اصلاح کی کوشش ہونی چاہیے۔ ورنہ عوام میں سے جو اُن کی تقریر و تحریر سے استفادہ کرتے اور اپنے ایمان و عقیدے کو مضبوط کرتے ہیں وہ لوگ برگشتہ ہو جائیں گے تو کوئی ضروری نہیں کہ فوراً کسی دوسرے سے وابستہ ہو جائیں، اور نہ یہ ضروری ہے کہ جس سے وابستہ ہوں وہ پہلے والے سے بہتر ہو، بلکہ مشاہدہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ بسا اوقات دین سے دور ہو جاتے ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا: (ملخصاً)

”بد مذہبوں گمراہوں سے جو باطل خارج از مسائل مذہب واقع ہوں ان کی اشاعت مصلحت شرعی ہے کہ مسلمانوں کا ان پر سے اعتبار اٹھے۔ ان کی ضلالت میں بھی اتباع نہ کریں۔ اور اہلسنت سے بتقدیر الہی جو ایسی لغزش فاحش واقع ہو اس کا اخفاء واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بد اعتقاد ہوں گے تو جو نفع ان کی تقریر اور تحریر سے اسلام و سنت کو پہنچتا تھا اس میں خلل واقع ہوگا۔ اس کی اشاعت اشاعت فاحشہ ہے۔ اور اشاعت فاحشہ بعض قرآن عظیم حرام۔ ولہذا بتاکید اکید گزارش کہ عمائد و مشاہیر علمائے اہلسنت و جماعت جس امر میں متفق ہیں یعنی عقائد مشہورہ متداولہ ان میں ہمارے عام بھائی بلاد غنہ ان کے ارشادات پر عامل ہوں۔ یوں ہی وہ فرعیات جو اہل سنت اور ان کے مخالفین میں مابہ الامتیاز ہو رہے ہیں جیسے مجلس مبارک و فاتحہ و عرس و استمداد و نداء و امثالہا۔ باقی رہیں فرعیات فقہیہ جن میں وہ مختلف ہو سکتے ہیں خواہ بسبب اختلاف روایات، خواہ بوجہ خطا فی الفکر یا بسبب عجلت و قلت تدبر یا بوجہ کمی ممارست و مزاولت فقہ، ان میں فقیر کیا عرض کرے۔

مراسوزیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگردم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد“

(فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۲۹، ص ۵۹۳ تا ۵۹۴)

سبحان اللہ! یہ ہے میرے اعلیٰ حضرت کا ”مسئلہ اعتدال“ بحمدہ تعالیٰ جس کا فقیر قائل و عامل ہے۔

مگر کہاں کسی خطائے فاحش کے وقوع پر اُس کا اخفا اور کہاں ایک غلط مفروضے کو گڑھ کر تہمت لگانا، پھر اس کے رد میں کتابچہ لکھ کر شائع کرنا اور پورے کتابچے میں جا بجا نام لے کر تحقیر و تجہیل کرنا۔ اگر فقیر کو رسوا کرنا مقصود نہ ہوتا اور نیت واقعی اصلاح کی ہوتی تو پہلے یہ معاندین ذاتی طور پر مراسلت کر کے یا ملاقات کر کے اپنی غلط فہمی کی فقیر سے وضاحت طلب کرتے اور اگر فقیر انہیں مطمئن نہ کر پاتا تو بعد اتمام حجت یہ اپنی تحریر شائع کرتے۔ مگر انہیں ایسا کرنا تھا نہ انہوں نے کیا۔ حالاں کہ عزت و ذلت پروردگار عالم ہی کی طرف سے ہے۔

حادثیں نے خوب کی تذلیل کی کوشش مگر

شانِ ”تُوْتی“ ”مَنْ تَشَاء“ کی برتری اچھی رہی

مزید وضاحت

کتابچے کے مطالعے کے دوران فقیر نے یہ محسوس کیا کہ فقیر کے یہ معاندین تقلیدِ غیر کی مختلف صورتوں میں کوئی فرق نہیں کر پارہے ہیں اور ایک صورت سے متعلق عبارت کو دوسری صورت کے بیانِ حکم کے لیے پیش کر رہے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے انہیں فقیر کے موقف کو سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ مگر ان کی سطح میں اتر کر انہی کی طرح ان کی تحقیر و تجہیل کرنے کی بجائے فقیر آگے بڑھتا ہے اور مناسب سمجھتا ہے کہ پہلے تقلیدِ غیر کی مختلف صورتوں کو ان کے حکم کے ساتھ بیان کیا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) اپنے غیر کے لیے مذہبِ غیر پر عمل کرنا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) مفتی کا مستفتی کے لیے مذہبِ غیر پر فتویٰ دینا۔

(ب) قاضی کا اس کے پاس فیصلے کے لیے آنے والوں کے لیے مذہبِ غیر پر فیصلہ کرنا۔

مذکورہ دونوں صورتوں میں اسبابِ ستہ مشہورہ (ضرورت، دفعِ حرج، عرف، تعامل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، کسی فسادِ موجود یا مظنون بظنِ غالب کا ازالہ) میں سے کسی ایک کے تحقق کے بغیر تقلیدِ مذہبِ غیر بالاتفاق

نا جائز و حرام و منکر ہے۔

(۲) اپنی ذات کے لیے مذہب غیر پر عمل کرنا۔ یعنی کسی عامل کا اپنے کسی ذاتی مسئلے میں اپنے مذہب سے انتقال کرتے ہوئے کسی دوسرے امام کے قول کو اپنانا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) عامل اہل نظر و فکر سے ہو اور اُس کے نزدیک اُس مسئلے میں دلائل کی روشنی میں اُس کے امام کا قول ہی رائج ہو۔ تو ایسے شخص کے لیے بھی انتقالِ مذہب غیر بالاتفاق ناجائز و منکر ہے۔

(ب) عامل عامی محض ہو جس کا کسی ایک جانب میلان و عدم میلان شرعاً برابر ہوتا ہے۔ تو ایسے شخص کے لیے جوازِ انتقال کو فقہا چند لازمی شرطوں سے مشروط کرتے ہیں جو عام حالات میں پائی نہیں جاتیں۔ بلکہ یہ شرطیں ایسی لازمی ہیں کہ ضرورت شرعیہ کے تحقق کے باوجود ان کا پایا جانا لازم و ضروری ہے۔ اور اسی صورت سے متعلق اہل سنت کے اصحابِ تعین و اصحابِ تخییر کے دو گروہ ہیں۔ مگر یہ دونوں گروہ عامی پر تقلیدِ مجتہد کے واجب ہونے، مذاہبِ اربعہ سے خروج کے ممنوع ہونے اور عدمِ توفیرِ شرط کے وقت التزامِ مذہبِ معین کے واجب ہونے پر متفق ہیں اور غیر مقلدین کے انکارِ تقلید کے مذہب کا ان میں سے کسی بھی قول سے کوئی علاقہ نہیں۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا:

”میں بحول اللہ تعالیٰ اس رسالے میں یہ بھی تنبیہ کروں گا کہ اپنے مباحثہ میں ان (غیر مقلدین) حضرات کا تقلید شخصی کے وجوب و عدم وجوب کی بحث چھیڑ دینا نرا کید و فریب و تلبیس بدزیب ہے کہ اہل تعین و اصحابِ تحمیر دونوں فریق جواز تعین و عدم حرج کو تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ جن کے نزدیک سرے سے تقلید شرک و کفر ان کے مسلک سے اسے کیا تعلق، وہ امر ابتدائی یعنی عدم شرک و جواز کو طے کر لیں اس کے بعد آگے چلیں، یہ چالاک لوگ اپنے لئے راہ آسان کرنے کو ادھر سے ادھر طرفہ کر جاتے ہیں اور ہماری طرف کے ذی علم ارحناء للعنان اس میں گفتگو کرنے لگتے ہیں حالانکہ گربہ کشتن روز اول باید، ابتداء ان ہوشیاروں کی راہ روکا چاہئے کہ پہلے شرک پھر حرمت سے جان بچا لیجئے اس کے بعد آگے قصد کیجئے۔ فریقین (یعنی اہل تعین و اصحابِ تحمیر دونوں) کے اقوال کے اقوال ان (غیر مقلدین) حضرات کے رد میں یک دل و یک زبان، اور طرفین کے علما ان کے زعم پر معاذ اللہ مشرک و گمراہ ہوتے ہیں

یکساں، بلکہ میں بفضلہ تعالیٰ ثابت کروں گا کہ اقوالِ تخییر ان کی رد و تکذیب میں اتم و اکمل ہیں پھر ان سے استناد یا ان کا تذکرہ عجب تماشا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۶، صفحہ ۷۰۸، ناشر: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

تلبیسِ ابلیس کے شکار کون؟

بحمدہ تعالیٰ اس تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ کتاب کے ٹائٹل پیج پر مرقوم ”تلبیسِ ابلیس کے شکار اربابِ افتا“ سے وہ فقہا ہرگز مُراد نہیں جو التزامِ مذہبِ معین کو واجب قرار دیتے ہیں بلکہ کتاب کے سرسری مطالعے ہی سے ہر منصف قاری پر یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ ”تلبیسِ ابلیس کے شکار اربابِ افتا“ سے فقیر کی مراد وہ حضرات ہیں جو کسی طرح مسندِ افتا پر براجمان ہیں اور بلا وجہ شرعی لوگوں کی تفسیق و تضلیل بلکہ بعض اوقات تکفیر تک کرتے ہیں۔

بعض حضرات نے کتاب کا بالاستعاب مطالعہ کیے بغیر ہی یہ دعویٰ کیا کہ فقیر نے ”تلبیسِ ابلیس کے شکار اربابِ افتا“ سے اُن بزرگوں کو مُراد لیا جو ٹی وی اور موی کی تصویر یا عکس کے مسئلے میں حرمت کے قائل ہیں۔ حالاں کہ اگر وہ سنجیدگی سے کتاب کا مطالعہ کرتے تو اُن کی غلط فہمی دور ہو جاتی اس لیے کہ ”مسلك

اعتدال، ہی میں فقیر نے یہ بھی عرض کیا:

”سب سے پہلے ہم اس بات کی وضاحت کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارے جو بزرگ علماؒ وی اور مووی کی تصویر کو حرام قرار دیتے ہیں بلاشبہ اُن کے بھی دلائل کافی معقول اور قوت کے حامل ہیں۔ اور اُن کا یہ موقف تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔“ (صفحہ

۸۶ تا ۸۷)

کیا ان لوگوں کو ٹائٹل بیج ہی پر اسی کے ساتھ ”اور سنجیدہ مفتیانِ کرام کو دعوتِ فکر“ لکھا ہوا نظر نہیں آیا؟ تو آخر کیوں انہوں نے اس جملے کا مصداق اپنے بزرگوں کو نہیں ٹھہرایا؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیقِ حسنِ ظن عطا فرمائے۔

مسلك اعتدال کی تصنیف کا مقصدِ اصلی

فقیر پر لگائے گئے جھوٹے الزام کا پردہ مزید فاش کرنے سے پہلے فقیر چاہتا ہے کہ قارئینِ کرام پہلے ”مسلك اعتدال“ کو لکھنے کی غرض و غایت کو جان لیں تاکہ اس غلط پروپکندے کی حقیقت مزید آشکار ہو اور اس غلط الزام کا جواب دینے میں کتاب کا اصل مقصد فوت نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاہد ہیں کہ

”مسلمِ اعتدال“ کو لکھنے سے فقیر کا مقصد لوگوں کو اپنے فقہی مذہب کی پابندی سے آزاد کرنا ہرگز نہیں بلکہ بلاوجہ شرعی ایک دوسرے کی تفسیق و تضلیل کرنے سے روکنا ہے تاکہ اس طرح اہل سنت میں اتحاد قائم ہو جو سوادِ اعظم اہل سنت کی تقویت اور بد مذہبوں کی کمزوری کا باعث ہو اور ہمارا یہ اتحاد اہل بدعت کے لیے سوہانِ روح ثابت ہو۔ چنانچہ مسلمِ اعتدال صفحہ ۹ پر لکھا:

”اس فقیرِ چشتی نظامی محمد ثاقب اقبال شامی (ساکن برمنگھم، برطانیہ) کو تبلیغِ دین اور ارشادِ مریدین کے سلسلے میں دُنیا کے مختلف ممالک کا دورہ کرنے کا موقع ملا، اور ہر علاقے کے مسلمانانِ اہل سنت کے عقائد و اعمال کی اچھی بُری کیفیات کو نزدیک سے مشاہدہ کرنے کا تجربہ ہوا۔ عقائد میں تصلب کے حوالے سے فی زمانہ برصغیر ہند و پاک کے سُنی مسلمانوں کا نظیر کہیں نہیں پایا۔ حتیٰ کہ یورپ و امریکہ وغیرہ میں بسنے والے ہمارے برصغیر کے مسلمانانِ اہل سنت اپنے اسلاف کے عقائد و نظریات پر سختی سے متمسک نظر آئے۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ ایک ایسا مرض جسے اس فقیرِ چشتی نے برصغیر کے بعض سُنی بھائیوں حتیٰ کہ بہت سے علما میں جتنا شدید پایا اُتنا

شدید دُنیا کے دیگر ممالک کے اہل سنت میں کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ اس مرض سے فقیر کی مراد فروعی مسائل میں بے جاشتت و سختی ہے۔ حالانکہ یہ اہل سنت کا طرہ امتیاز اور حسن و جمال ہے کہ فروغ میں در گزر سے کام لیا جاتا ہے اور محض اصول و عقائد میں مخالف پر شدت کی جاتی ہے، مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہی کچھ سُنی بھائیوں نے اہل سنت کی اس وسعت کو جسے حدیث مرفوع میں رحمت فرمایا گیا، نادانستہ طور پر یا بعض اوقات نفسانیت اور مفاد پرستی کے سبب دیدہ و دانستہ، شدت و تنگی میں بدلنے کی سعی مذموم کر ڈالی، جس کا خمیازہ ہم اہل سنت کو آپس ہی میں ایک دوسرے پر تفسیق و تضلیل بلکہ تکفیر کے الزامات کی شکل میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ حالانکہ آپس میں برسرِ پیکار ان سُنی گروہوں کا ضروریاتِ دین اور ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت کے کسی مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔“

اس سلسلے میں کتاب میں فقیر نے فی زمانہ برصغیر کے علمائے اہل سنت کے مابین اختلافی مسائل مثلاً کافر بینکوں سے ملنے والی زائد رقم کا مسئلہ، تمباکو نوشی کا مسئلہ، ٹی وی موی اور ڈیجیٹل تصویر یا عکس کا مسئلہ، سیاہ خضاب کا مسئلہ، گھڑی کی

چین اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا مسئلہ وغیرہ نزاعی مسائل کو ذکر کر کے ان میں اعتدال کی یہ روش بتائی کہ ان مسائل میں جو جواز کے قائل ہیں وہ بھی ہمارے سنی بھائی ہیں۔ اُن پر طعن و تشنیع کرنا یا اُن کی تفسیق و تضلیل کرنا ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی ایسی بے جا شدت کا مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی تعلق ہے۔ اس سلسلے میں فقیر نے اکابر فقہائے قدیم و جدید کی عربی و اردو عبارات نقل کیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ زمانہ قدیم سے علمائے اہل سنت کی یہ روش رہی ہے کہ مسئلہ چاہے دو فقہی مذاہب کے درمیان مختلف فیہ ہو یا ایک ہی مذہب کے دو فقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہو اور کسی ایک جانب کا ضعف مسلم نہ ہو بلکہ دونوں مختلف اقوال پر فتویٰ دینا جائز ہو تو ایسی صورت میں جواز کے قائل علما اور ان کے متبعین عوام پر طعن و تشنیع کرنا یا اُن کی تفسیق کرنا جائز نہیں۔ اس سلسلے میں فقیر نے شامی شریف کی اس عبارت کو نقل کیا:

”قلت: وهذا كله فيما إذا كان المفتيان

مجتهدين واختلفا في الحكم، ومثله يقال في المقلدين فيما

لم يصرحوا في الكتب بترجيحه واعتماده أو اختلفوا في

ترجيحه، وإلا فالواجب الآن اتباع ما اتفقوا على ترجيحه أو

كان ظاهر الرواية أو قول الإمام أو نحو ذلك من مقتضيات
الترجيح التي ذكرناها في أول الكتاب وفي منظومتنا
وشرحها."

ترجمہ: "(صاحب فتح القدیر کی ایک عبارت کو نقل کر کے اس کی
وضاحت میں علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا) ”قلت: یہ سب اُس صورت میں ہے جب کہ دونوں مفتی
مجتہد ہوں اور حکم میں مختلف ہوں۔ اور اسی کے مثل دو مقلد مفتیوں کے
بارے میں کہا جائے گا (کہ دونوں میں سے جس مفتی کے فتوے پر
عمل کرے جائز ہے مگر) اُس مسئلے سے متعلق جس کی ترجیح اور معتمد
ہونے کی فقہانے کتب میں صراحت نہ کی ہو یا اُس کی ترجیح میں
انہوں نے اختلاف کیا ہو۔ ورنہ تو اب اُس قول کا اتباع واجب ہے
جس کی ترجیح پر فقہا متفق ہوئے یا وہ قول ظاہر الروایہ ہو یا قول امام ہو
یا اسی کے مثل اُن مقتضیاتِ ترجیح میں سے ہو جن کا ذکر میں نے
کتاب کے شروع میں اور ہمارے منظومہ اور اُس کی شرح میں کیا
ہے۔" (رد المحتار، کتاب القاضی، جلد: ۵، صفحہ: ۳۶۲، ناشر:

دارالفر، بیروت) (مسلك اعتدال، ص: ۷۰)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فقیر نے عرض کیا:

”علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے اپنی اس عبارت میں ایک مذہب کے دو مقلد مفتیوں کے اختلاف کو دو مجتہدوں کے اختلاف کے حکم میں قرار دیا ہے ساتھ ہی کچھ قیود بھی لگائی ہیں تاکہ اُن اقوال پر عمل کرنے کا جائز ہونا لازم نہ آئے جو مذہب حنفی میں بالاتفاق ضعیف ہیں۔ (اگرچہ قول ضعیف پر اپنی ذات کے لیے عمل کا عدم جواز متفق علیہ نہیں ہے۔ مذہب شافعی میں قول ضعیف پر اپنی ذات کے لیے عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ قول مذہب میں فاسد و باطل یا شاذ نہ ہو۔) لہذا جب کسی قول کے ضعیف ہونے کی صراحت پرانے فقہاء کرچکے ہوں اور اُس کا ضعف مسلم ہو تو ایسے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں اور نہ ہی ایسے فتوے پر اپنی ذات کے لیے عمل کرنا جائز ہے۔ مگر جس قول کی ترجیح میں اختلاف ہو اور اُس مسئلے میں دونوں مختلف اقوال پر فتویٰ دیا گیا ہو تو دونوں میں سے کسی بھی قول کو اپنانا

اور اُس پر عمل کرنا جائز ہے۔“ (مسلك اعتدال، ص: ۷۱)
کتاب میں اس مسئلے کو ذکر کرنے سے جو فقیر کا اصل منشا تھا اسے بیان کرتے ہوئے عرض کیا:

”ظاہر ہے کہ قید مذکور کا تعلق قدیم مسائل ہی سے ہو سکتا ہے۔ رہے جدید و نوپید مسائل تو ان میں یہ قیود متصور نہیں۔ لہذا اگر مسئلہ نوپید ہو جس کا ذکر پرانی کتب میں موجود نہ ہو مثلاً گھڑی کی چین کو پہننے کا مسئلہ، لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا مسئلہ، چلتی ہوئی ریل گاڑی میں پڑھی گئی فرض نماز کے اعادے کا مسئلہ، ٹی وی اور مووی کی متحرک تصویر یا ڈیجیٹل تصویر کا مسئلہ وغیرہ مسائل میں بھی جس مفتی کے قول کو چاہے اپنانا جائز ہے۔ اگر جواز کے قائل مفتی کے فتوے کا اتباع کرے تو بچنا مستحب ہے اور اگر حرمت کے قائل کے فتوے کا اتباع کرے تو بچنا واجب ہے۔“ (مسلك اعتدال، ص: ۷۴)

اس سے فقیر کا مقصد اس بات کو سمجھانا تھا کہ جب پرانے مسائل میں سے کچھ وہ ہیں جن میں دونوں مختلف اقوال پر فتویٰ دیا گیا ہے اور دونوں اقوال پر عمل کرنا جائز ہے تو جدید اختلافی مسائل میں بدرجہ اولیٰ یہ حکم جاری ہے کہ جو عامی

جس مفتی کا اتباع کرے گا اُس کے لیے کافی ہے خواہ جواز کے قائل کا اتباع کرے یا عدم جواز کے قائل کا۔

اپنی بات کی تقویت کے لیے فقیر نے ماضی قریب کے فقہاء خصوصاً شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی چند عبارتیں نقل کیں:

”کسی غیر قطعی مسئلے میں اختلاف ایسی چیز نہیں کہ اگر کوئی نیاز مند انجامے میں یا جان بوجھ کر بھی اختلاف رائے کی جرأت کرے تو اس پر اتنا غیظ و غضب فرمایا جائے۔ حضرت علامہ صاوی نے تو اس قسم کے اختلاف کو رحمت بتایا ہے۔ فرماتے ہیں:

"التفریق المذموم إنما هو فی العقائد لا فی الفروع فإنه رحمة للعباد." (ج: ۱، ص: ۱۵۲) "اختلاف مذموم صرف وہ ہے جو عقائد میں ہے فروع میں مذموم نہیں، یہ بندوں کے لیے رحمت ہے۔" اور یہی مشہور و معروف حدیث "اختلاف أمتی رحمة" کے ظاہر عموم منطوق ہے۔ عہد صحابہ سے لے کر آج تک ہر طبقہ، ہر قرن میں اس کی مثالیں ملیں گی کہ اکابر نے اصاغر سے، اصاغر نے

اکابر سے اختلاف رائے کیا۔ قدیم امثلہ کو جانے دیجئے اس عہد کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے: صدر الافاضل، فخر الامثل حضرت مولانا الحاج شاہ نعیم الدین صاحب قدس سرہ نے بعض مسائل میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے اختلاف کیا ہے، مثلاً قنوتِ نازلہ میں دُعاۓ قنوت قبل رکوع ہے یا بعد رکوع؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا فتویٰ ہے کہ قبل رکوع اور صدر الافاضل قدس سرہ کا فتویٰ ہے کہ بعد رکوع۔ اور خود حضرت والا (حضرت علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمۃ) نے بھی اس مسئلے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بجائے حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع کی وجہ سے حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ مبارکہ "التحقیق الکامل" پر اعتراضات کی ایک لمبی فہرست بھیجی تھی، معلوم نہیں اب یاد بھی ہے یا نہیں۔ میں نے حضور والا سے اختلاف رائے کیا تو یہ بھی حضور والا کی ایک طرح کی اتباع ہے، اپنی ہی سنت کے عامل پر یہ چشم عنایت کیا معنی؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا فتویٰ ہے کہ سیپ کا چونا کھانا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم، ص: ۷۰۱) مگر علمائے بہار سیپ کا چونا کھانا حلال

جانتے ہیں، کھاتے ہیں، بعض حضرات نے اس کی حلت کا فتویٰ بھی
تحریر فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ہے کہ مزامیر کے ساتھ قوالی
مطلقاً ناجائز ہے مگر ہمارے اکابر اہل سنت کا ایک طبقہ اسے جائز جانتا
ہے اور نہ صرف جائز جانتا ہے بلکہ سلوک میں مُمدّ و مُعاون جان کر سننا
بھی ہے اور سناتا بھی ہے۔ مگر یہ سب اختلاف کبھی بھی آپس میں سب
و شتم اور اس ذوق کی تسکین کا باعث نہ ہوئے جو حضور والا کے "صحیح
المسلک" میں جگہ جگہ جھلک رہا ہے بلکہ تمام اُمت شاہد ہے کہ اس قسم
کے اختلاف کے باوجود آپس میں محبت و مودّت بلکہ عقیدت کے
روابط ہمیشہ باقی رہے ہیں، اور ان شاء اللہ باقی رہیں گے۔ (اسلام
اور چاند کا سفر، ص: ۸ تا ۱۰ / ملخصاً) "فتاویٰ شارح بخاری، جلد
اول، ص: ۶۸ تا ۶۹، ناشر: دائرۃ البرکات، گھوسی، ضلع مئو، یو، پی)
(مسلک اعتدال، ص: ۴۹ تا ۵۰)

اسی طرح بعض حضرات نے یہ دعویٰ کیا کہ "قلم یا برش سے بنائی گئی تصویر
کی حرمت پر اجماع امت ہے، کسی بھی امام کے نزدیک اس کی اجازت نہیں۔ بلکہ
یہاں تک کہا گیا کہ ٹی وی اور موی کی تصویر بلکہ ڈیجیٹل تصویر جیسی نوپید چیز کی

حرمت پر بھی اجماع ہے۔“ دعویٰ کرنے والے بھی اگرچہ بزرگ ہیں جن کے اخلاص و تقویٰ اور فکر مندئی امت پر کوئی شبہ نہیں مگر بڑے ادب کے ساتھ فقیر یہ بات عرض کرتا آیا ہے کہ ان حضرات کو اپنی تحقیق میں خطائی الفکر واقع ہوئی ہے۔ اگر بات یہیں تک محدود رہتی تو ایک حد تک غنیمت ہوتی۔ مگر کچھ لوگوں کی طرف سے ٹی وی موی اور ڈیجیٹل تصویر کے تصویر ہونے سے خارج اور جائز ماننے والے اکابر علما اور لاکھوں عوام پر طعن و تشنیع اور تفسیق بلکہ تزیلیل تک کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس کی وجہ سے اہل سنت ایک بہت بڑے انتشار سے دوچار ہوئے۔ چوں کہ ”مسلك اعتدال“ کو لکھنے سے فقیر کا مقصد اہل سنت کے انتشار و اختلاف کو ختم کرنا اور اتحاد کی فضا کو قائم کرنا تھا اس لیے اس مسئلے پر بھی گفتگو کرتے ہوئے عرض کیا:

”خلاصہ بحث یہ ہے کہ تصویر کی اجماعی حرمت مجسمے کے ساتھ خاص ہے۔ رہی غیر مجسم تصویر جسے قلم یا برش جیسی چیز سے کسی دیوار یا پردے جیسی چیز پر بنایا جائے تو اس کی حلت و حرمت میں مذاہب اربعہ میں اختلاف ہے۔ حنفیہ، شافعیہ حنابلہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک غیر مجسم تصویر بھی مجسم تصویر کی طرح حرام ہے۔ جب کہ

امام مالک اور آپ کے اکثر اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب صحیح، معتمد و مفتی بہ یہ ہے کہ ایسی تصور کو موضعِ اہانت کے علاوہ میں بنانا اور رکھنا مکروہِ تنزیہی ہے حرام نہیں۔ لہذا جب غیر مجسم تصویر کی حرمت پر اجماع نہیں ہے تو ٹی وی اور مووی کی تصویر جس کی حرمت کو غیر مجسم تصویر کی حرمت پر قیاس کیا گیا ہے اجماعی کیسے ہو سکتی ہے؟ بالفرض اگر غیر مجسم تصویر کی حرمت پر اجماع ہوتا بھی تو اس سے ٹی وی اور مووی کی تصویر کا اجماعی ہونا ہرگز لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ ٹی وی اور مووی کی تصویر چودھویں صدی ہجری کی ایجاد ہے۔ حالانکہ سن دو صدی ہجری کے بعد اجماع شرعی کے معلوم کرنے کی کوئی سبیل نہیں رہی لہذا دو صدی ہجری کے بعد پیدا ہونے والے کسی بھی مسئلے پر اجماع کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا ٹی وی اور مووی کی تصویر کے جواز کے قائل پر طعن و تشنیع کرنا یا اُس کی تفسیق کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اب اسی اجمال کی تفصیل دلائل کے ساتھ ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

وباللہ التوفیق وهو المستعان۔“ (مسلك اعتدال، ص: ۸۶)

تنبیہ ضروری: یہاں اجماع سے اجماع شرعی مراد ہے جس کے تحقق کے

لیے اتفاقِ ائمہ مجتہدین درکار ہے۔ رہے وہ مسائل جن پر بعد کے زمانوں میں اجماع کے وقوع کا قول کیا گیا وہاں اجماعِ سوادِ اعظم مراد ہے اور وہ بھی ہمارے نزدیک حجتِ شرعی ہے جس کا خلاف جائز نہیں۔ اجماعِ سوادِ اعظم کی تفصیل و تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو: اصول الرشاد، قاعدہ نمبر ۹، صفحہ ۱۷۹، مصنفہ امام المتکلمین علامہ نقی علی خان رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بجہ تعالیٰ معاندین نے پورے کتابچے میں ان مسائل کا رد کرنا تو درکنار کسی ایک بھی مسئلے کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ چند مفروضوں کا رد کر کے آخر میں لکھا:

”بجہ تعالیٰ ثاقب شامی صاحب کی کتاب ”مسلك اعتدال“ کا ردّ تام ہوا۔“ (ص: ۱۲۷)

سبحان اللہ! کسی بھی کتاب کا جب ردّ کیا جاتا ہے تو انہی باتوں کا ردّ کیا جاتا ہے جن سے ردّ کرنے والے کو اختلاف ہوتا ہے۔ باقی وہ باتیں جو فریقین کے درمیان متفق علیہ ہوتی ہیں ان میں ردّ نہیں کیا جاتا۔ مثلاً ہر کتاب میں قرآنی آیات و احادیث طیبہ کے الفاظ منقول ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبرائی اور صوم و صلاۃ کی فرضیت وغیرہ کا بیان ہوتا ہے۔ ان باتوں میں بنام مسلمان سارے فرقے متفق ہیں تو جب کوئی کسی کتاب کا ردّ لکھتا ہے تو ان باتوں کا ردّ نہیں کرتا

اگرچہ وہ یہ کہے کہ ہم نے اس کتاب کا رد مکمل کر دیا۔

ٹھیک اسی طرح جب معاندین نے کتابچے میں چند مفروضوں کے رد کے بعد آخر میں فقیر کی کتاب ”مسلك اعتدال“ کے رد کے مکمل ہونے کا اقرار کیا تو اس کا بھی یہی معنی ہے کہ ان کو کتاب میں مذکور فقیر کی اُن ساری باتوں سے اتفاق ہے جن کا ذکر انہوں نے اپنے رد میں نہیں کیا اور جو کتاب لکھنے کا مقصد اصلی ہے۔ یعنی برصغیر میں فی زمانہ علمائے اہل سنت کے مابین ٹی وی اور موی کی تصویر، گھڑی کی چین، لاؤڈ اسپیکر پر نماز، کافرِ حربی سے ملنے والی زائد رقم وغیرہ فروعی مسائل میں جو فقیر نے اعتدال کی روش پیش کی اُس میں ان معاندین نے فقیر سے موافقت کر لی ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

راہ پر اُن کو لگائے ہیں باتوں ہی باتوں میں

اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

تقلید سے متعلق فقیر کا واضح موقف

”مسلك اعتدال“ میں صفحہ ۲۷ تا ۳۷ میں فقیر نے بڑی تفصیل اور دلائل

کے ساتھ یہ لکھا کہ غیر مجتہد پر تقلید کرنا بالاجماع واجب ہے۔ اور چونکہ چوتھی صدی ہجری سے کوئی مجتہد مطلق نہیں پایا گیا لہذا فی زمانہ اجتہاد کا وہی دعویٰ کر سکتا ہے جس

کے دین و عقل میں فتور ہوگا۔ تو سوائے اس کے اب کوئی چارہ نہیں کہ سارے مسلمان مذاہب اربعہ ہی کی تقلید کریں اور مذاہب اربعہ سے خارج کسی قول کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لیے کہ اس پر سواد اعظم اہل سنت کا اجماع ہو چکا ہے۔

اس کے بعد صفحہ ۳۸ تا ۴۱ پر فقیر نے بغیر تقلید کے عمل کرنے کے مسئلے کو

بیان کرتے ہوئے عرض کیا:

”تقلید کی مذکورہ تعریف میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تقلید کی صحت کے لیے اخذ اور عمل دونوں ضروری ہیں۔ یعنی مقلد پہلے قولِ امام کو معلوم کر کے اُسے قبول کرے پھر اُس پر عمل کرے تب تقلید شرعی کا تحقق ہوگا۔ اگر وہ بغیر اخذ کیے عمل کرے مثلاً جہالت میں اپنی سمجھ سے یا لوگوں کی دیکھا دیکھی عمل کرے تو تقلید کا فرض ادا نہ ہوگا اور وہ فرض علم حاصل نہ کرنے اور تقلید کے ترک کے سبب گناہ گار ہوگا۔ اگرچہ اُس کا وہ عمل اُس کے امام کے مذہب کے موافق ہو، اس لیے کہ یہ موافقت اتفاقی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ کیا اُس کا وہ عمل صحیح ہے؟ تو اس کے جواب میں تحقیق یہ ہے کہ اگر اُس کا وہ عمل کسی معتبر امام کے مذہب کے موافق ہو جائے تو وہ

عمل صحیح ہے اور اگر وہ عمل کسی بھی امام کے نزدیک صحیح نہ ہو تو بالاجماع باطل ہے۔ اسی طرح اگر اُس کے عمل کا کسی معتبر مذہب کے موافق ہونا معلوم نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی اُس کا وہ عمل باطل قرار دیا جائے گا۔ اس لیے کہ بغیر تقلید کے عمل میں اصل عدم موافقت ہے۔ یہی مراد ہے اُن فقہاء کی جنہوں نے بغیر تقلید کے عمل کو مطلقاً باطل کہا ہے۔ اور جیسا کہ گزرا کہ مذاہب اربعہ ہی معتبر ہیں اُن کے سوا دوسرے مذاہب نا تو اتنے مضبوط واسطوں سے منقول ہیں جتنے کہ یہ چار مذاہب ہیں اور نہ ہی مُدَوَّن ہیں لہذا مذاہب اربعہ سے خارج کسی قول کی موافقت کا کوئی اعتبار نہیں۔ علامہ محمد بن سلیمان کردی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بُغیۃ المسترشدین میں منقول ہے:

"صرح الأئمة بأنه لا يجوز تعاطي ما اختلف فيه ما لم يقلد القائل بحله، بل نقل ابن حجر وغيره الاتفاق عليه، سواء كان الخلاف في المذهب أو غيره، عبادة أو غيرها، نعم إنما يأتى من قصر بترك تعلم ما لزمه مع الإمكان، أو كان

مما لا يعذر أحد بجهله لشهرته، ويأثم غير المجتهد بترك التقليد، نعم إن وافق مذهباً معتبراً، قال جمع: تصح عبادته ومعاملته مطلقاً، ويظهر من عمل وكلام الأئمة أن العامي حيث عمل معتقداً أنه حكم شرعي ووافق مذهباً معتبراً، وإن لم يعرف عين قائله صح ما لم يكن حال عمله مقلداً لغيره تقليداً صحيحاً اهـ. (ملخصاً)"

ترجمہ: "ائمہ نے صراحت فرمائی کہ اُس فعل کا ارتکاب جائز نہیں جس کی حلت و حرمت میں اختلاف ہو جب تک اُس کی حلت کے قائل امام کی تقلید نہ کی جائے۔ بلکہ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اتفاق علما نقل کیا۔ عام ازیں کہ اختلاف ایک ہی مذہب میں ہو یا اُس کے غیر میں، خواہ عبادت ہو یا اُس کا غیر۔ ہاں! گناہ گار وہی ہوگا جو اُس علم کے سیکھنے کو ترک کر کے تقصیر کرے جس کا سیکھنا اُس پر لازم تھا یا مسئلہ ایسا ہو جس سے جہالت کے سبب کسی کو معذور نہ رکھا جائے۔ اور غیر مجتہد تقلید کو ترک کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔ ہاں! اگر وہ اپنے اُس فعل میں کس معتبر مذہب کے موافق ہو تو علما کی ایک

جماعت نے کہا کہ اُس کی عبادت اور اس کا معاملہ مطلقاً صحیح ہیں۔ اور ائمہ کے کلام و عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب عامی یہ سمجھ کر کوئی فعل کرے کہ وہ حکم شرعی کے مطابق ہے اور وہ کسی مذہبِ معتبر کے موافق ہو تو اگرچہ وہ اُس مذہبِ معتبر کے اصل قائل امام کو جانتا نہ ہو اُس کا وہ فعل صحیح ہے جب تک کہ وہ اپنے عمل کی حالت میں حلت کے قائل کے غیر کا تقلیدِ صحیح کے ذریعے مقلد نہ ہو۔" (بُغیۃ

المسترشدین، صفحہ: ۲۰، ناشر: دار الفکر، بیروت)

علامہ سید علوی ابن سید احمد ستاف ملی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی

کتاب میں تحریر فرمایا:

"قال السيد عمر نقلاً عن ابن زياد: إن العامي إذا

وافق فعله مذهب إمام يصح تقليده صح وإن لم يقلده

توسعة على عباد الله تعالى. ۵۱."

ترجمہ: "سید عمر بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ وجیہ الدین ابن

زیاد زبیدی یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۹۷۵ھ) سے نقل کرتے

ہوئے فرمایا: بے شک جب عامی کا فعل کسی ایسے امام کے مذہب کے

موافق ہو جس کی تقلید صحیح ہو (یعنی وہ ائمہ اربعہ میں سے ہو۔ راقم۔)
تو اگرچہ وہ عامی اس امام کی تقلید نہ کرے اُس کا وہ فعل صحیح ہے اللہ
تعالیٰ کے بندوں پر وسعت کرتے ہوئے۔" (ترشیح المستفیدین،
صفحہ: ۴۰، دار الفکر، بیروت) معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے کسی عمل کو
شریعت کے موافق اور جائز سمجھ کر کرے اور وہ فعل مذاہب اربعہ میں
سے کسی مذہب کے کسی قول کے (اگرچہ اُس مذہب میں مرجوح ہو)
موافق ہو جائے تو اگرچہ وہ فرض علم حاصل نہ کرنے اور تقلید شرعی
کے فریضہ کو ادا نہ کرنے کے سبب گنہگار ہوگا مگر اُس کا وہ عمل صحیح ہے
لہذا خاص اُس عمل کی وجہ سے اُسے فاسق کہنا یا اُس پر طعن و تشنیع کرنا
یا نہی عن المنکر کرنا جائز نہیں۔ یہی مراد ہے فقہاء کے اس قول کی کہ
اختلافی مسائل میں کسی کو فاسق کہنا جائز نہیں۔" (مسلك اعتدال،
ص: ۲۰ تا ۲۱)

قارئین کرام! اس عبارت کے خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں۔ فقیر
نے جاہل عامی کو اُس کے اس اقدام پر گنہگار ٹھہرایا ہے یعنی وہ اس جہت سے ضرور
فاسق ہے کہ اس نے علم حاصل نہ کیا اور تقلید کا فریضہ ادا نہ کیا۔ مگر ساتھ ہی فقیر نے

اُس کے عمل کے کسی مذہب معتبر کے موافق ہونے کی وجہ سے خاص اس عمل پر عدم انکار کا قول کیا ہے۔ جیسا کہ صفحہ ۷۵ پر امام ابن حجر کی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحفۃ المحتاج کی عبارت کو نقل کر کے عرض کیا:

”[[ولا لعالم أن ينكر مختلفا فيه حتى يعلم من الفاعل أنه حال ارتكابه معتقد لتحريمه كما هو ظاهر؛ لا احتمال أنه حينئذ قلد من يرى حله أو جهل حرمة،“ (ترجمہ) ”اور کسی عالم کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی اختلافی حرام فعل پر انکار کرے حتیٰ کہ وہ اُس کے مرتکب کے بارے میں یہ جانے کہ وہ اُس فعل کو کرنے کے وقت اُسے حرام سمجھتا تھا جیسا کہ ظاہر ہے اس امکان کی وجہ سے کہ مرتکب نے ارتکاب کے وقت (شرطوں کے پائے جانے پر) اُس امام کی تقلید کی ہو جس کے نزدیک وہ فعل جائز ہو یا اس امکان کی وجہ سے کہ مرتکب ارتکاب کے وقت اُس فعل کی حرمت سے جاہل رہا ہو (اور جہالت میں اُسے جائز سمجھتا ہو تو ایسی صورت میں وہ جہالت کی وجہ سے گناہ گار ہو گا نہ کہ اُس اختلافی فعل کی وجہ سے۔ راقم۔)“

”امام ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا عبارت سے

یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جہالت میں کسی اختلافی حرام فعل کو حلال سمجھ کر کرے تو وہ شخص اُس فعل کی وجہ سے گناہ گار نہیں ہوگا، لہذا اُس فعل پر انکار یا اُس فعل کی وجہ سے تفسیق جائز نہیں۔ اس عبارت کے تحت اس کتاب کے محشی علامہ عبد الحمید شروانی دغستانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حاشیے میں تحریر فرمایا:

"عبارۃ ع ش أي لكنه يرشده بأن يبين له الحكم ويطلب فعله منه بلطف. اهـ. وعبارۃ الروض مع شرحه ويرفق في التغيير بمن يخاف شره وبالجاهل فإن ذلك ادعى إلى قبوله وإزالة المنكر. اهـ."

ترجمہ: "علامہ علی شبر املسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت ہے: لیکن وہ جاہل کی رہنمائی کرے اس طرح کہ اُسے حکم بتائے اور نرمی کے ساتھ اُس پر عمل کرنے کو کہے۔ اھ۔ روض کی عبارت اُس کی شرح کے ساتھ ہے: اور ازالہ منکر میں نرمی کا برتاؤ کرے اُس کے ساتھ جس کے شر کا وہ خوف کرے اور جاہل کے ساتھ، اس لیے کہ نرمی کا برتاؤ کرنا جاہل کے قبول کرنے اور منکر کے ازالے میں زیادہ مؤثر ہے۔"

(مسلک اعتدال، ص: ۵۷)

قارئین کرام! خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں۔ فقیر نے علم حاصل نہ کرنے اور تقلیدِ امام نہ کرنے کو منکر تسلیم کرتے ہوئے مذکورہ عبارت کو پیش کیا ہے۔ اس کے باوجود اگر یار لوگ فقیر کو فقہی مذہب سے آزادی کا داعی کہیں تو کیا کہا جائے۔ اور اسی عدم انکار کو سمجھانے کے لیے فقیر کی یہ مندرجہ ذیل عبارت ہے جس کا غلط مفہوم کشید کر کے پیش کیا گیا۔

”معلوم ہوا کہ کوئی ایسا فعل جو ہمارے نزدیک حرام ہو اور وہ ہمارے مذہب میں کسی قول کے مطابق اگرچہ وہ قول ضعیف ہو جائز قرار پاتا ہو یا کسی اور مذہب کے کسی قول کے مطابق وہ جائز قرار پاتا ہو تو اگر کوئی شخص اُس فعل کو جائز سمجھ کر کرے تو خاص اُس فعل کی وجہ سے اُس پر طعن و تشنیع کرنا، اُسے گناہ گار و فاسق کہنا اور نہی عن المنکر کرنا جائز نہیں۔ بشرطے کہ وہ قول اس قدر سخت ضعیف نہ ہو کہ کالعدم کی منزل میں ہو۔ اس شرط کا بیان آگے آئے گا۔“ (مسلک اعتدال، ص: ۴۲)

نتیجہ بحث: اس عبارت سے فقیر کی ہرگز یہ مراد نہیں کہ جاہل کے لیے

ترکِ تقلید جائز ہو جائے یا کسی جاننے والے کے لیے بغیر شرطوں کے انتقالِ مذہب جائز ہو جائے۔ یا اسبابِ ستہ مشہورہ کے بغیر مذہبِ غیر پر فتویٰ دینا جائز ہو جائے۔ دراصل اس طرح کی عبارتوں کو پیش کرنے سے فقیر کا مقصد اس بات کو سمجھانا ہے کہ جب جاہل عامی باوجود اس کے کہ وہ اپنی جہالت و ترکِ تقلید کے سبب گنہگار ہوتا ہے اگر اُس کا عمل کسی مذہبِ معتبر کے موافق ہو جائے تو اُس کا وہ عمل صحیح ہے تو کوئی ایسا شخص جوئی وی یا ڈجیٹل تصویر، لاؤڈ اسپیکر پر نماز وغیرہ جدید اختلافی مسائل میں مفتیانِ کرام کی طرف رجوع کرتا ہے اور اُن سے درپیش جدید مسئلے میں فتویٰ جواز حاصل کر کے پھر عمل کرتا ہے تو ایسا شخص علم بھی حاصل کر رہا ہے اور فریضہٴ تقلید بھی ادا کر رہا ہے لہذا ایسا شخص کسی بھی زاویے سے گنہگار یا فاسق نہیں بلکہ مخالفین کا اسے فاسق کہنا یا طعن و تشنیع کرنا ہرگز درست نہیں۔

تقلیدِ غیر اور عدمِ تقلید کے درمیان فرق کی مزید وضاحت

بغیر تقلید کے عمل کرنے کی بحث کا انتقالِ مذہبِ غیر سے کوئی تعلق نہیں بلکہ انتقالِ مذہب کا تصور تو تب ممکن ہے جب کہ وہ پہلے کسی مذہب کی تقلید کرے پھر اُس کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو اپنائے، خواہ کسی ایک مسئلے میں یا تمام مسائل میں۔ مگر جس جاہل عامی نے ابھی تقلید ہی نہیں کی تو اُس کے کسی عمل

پر انتقالِ مذہب کی بحث کو چسپاں کرنا یا رلوگوں کی دھاندلی نہیں تو کیا ہے۔ برصغیر بلکہ پوری دُنیا خصوصاً یورپ و امریکہ میں عوامِ اہل سنت کی ایک ایسی بھی تعداد ہے جنہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اُن کا فقہی مذہب کیا ہے اور بہت سے وہ لوگ ہیں جو خود کو کسی فقہی مذہب کی طرف منسوب تو کرتے ہیں مثلاً حنفی یا شافعی کہلاتے ہیں مگر بہت سے مسائل میں تقلید کے فریضے کو ادا نہیں کرتے۔ یا تو طہارت، نماز وغیرہ فرائض و واجبات کا ضروری فرض علم حاصل نہیں کرتے یا کچھ لوگ فرائض و واجبات کا ضروری علم تو حاصل کر لیتے ہیں مگر جب اُنہیں کوئی نیا مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو اس سے متعلق وہ فتویٰ نہیں پوچھتے یا کسی کتاب سے مسئلہ نہیں نکالتے بلکہ اپنی اُٹکل سے یا لوگوں کی دیکھا دیکھی عمل کرتے ہیں۔ بلکہ بہت سے فارغ التحصیل مولوی حضرات کو بھی اس تقصیر میں ملوث دیکھا گیا ہے کہ درپیش مسئلے کا حکم شرعی طور پر معلوم نہیں کرتے اور مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اُس کا شرعی حکم معلوم کرنا اور امام کی تقلید کرنا فرض ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”فَسْئَلُوا أَهْلَ الدِّارِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“

ترجمہ: ”تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں“ (النحل: ۴۳، الانبیاء:

(۷)

عملی طور پر تقلید کا فرض تو تب ہی ادا ہوگا جب عامی کسی مسئلے میں امام کے مذہب کو سیکھے اور اس کے مطابق عمل کرے اور اگر عمل نہ کرے تو کم از کم علم حاصل کر کے اعتقادی طور پر وہ تقلید امام کر لے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے:

”حقیقة الانتقال إنما تتحقق في حكم مسألة خاصة قلد فيه

وعمل به، وإلا فقولہ قلدت أبا حنيفة فيما أفتى من المسائل

مثلا والتزمت العمل به على الإجمال وهو لا يعرف صورها

ليس حقيقة التقليد بل هذا حقيقة تعليق التقليد أو وعد به،“

ترجمہ: ”ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف حقیقی انتقال کا تحقق تو خاص اُسی مسئلے میں ہوگا جس میں اُس نے تقلید کی ہو اور اس پر عمل کیا ہو، ورنہ عامی کا اس حال میں کہ وہ مسائل کی صورتوں کو نہیں جانتا اُس کا یہ کہنا حقیقت میں تقلید نہیں کہ مثلاً ”میں نے اُن سارے مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کی جس میں اُنہوں نے فتویٰ دیا اور میں نے اجمالی طور پر ان پر عمل کا التزام کیا۔“ بلکہ یہ حقیقت میں تعليق تقليد ہے یا تقلید کرنے کا وعدہ ہے۔“ (فتح القدیر، جلد ۷، ص ۲۵۷، ناشر: دار الفکر، بیروت)

تیسیر التحریر میں علامہ امیر بادشاہ بخاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۷۲ھ) نے تحریر فرمایا:

”أن المذهب إنما يكون لمن له نوع نظر وبصيرة
بالمذاهب، أو لمن قرأ كتابا في فروع مذهب وعرف فتاوى
إمامه وأقواله، وإلا فمن لم يتأهل لذلك، بل قال: أنا حنفي أو
شافعي لم يصبر من أهل ذلك المذهب بمجرد هذا، بل لو
قال: أنا فقيه أو نحوي لم يصبر فقيها أو نحويا.“

ترجمہ: ”مذہب فقہی تو اُسی کا ہوتا ہے جسے مذاہب فقہیہ میں ایک گونا نظر و فکر کی قوت و بصیرت ہو (اور دلائل کی روشنی میں اُس کے نزدیک کوئی مذہب رائج ہو) یا مذہب اُس کا ہوتا ہے جو (اگرچہ نظر و بصیرت کا اہل نہ ہو تو کم از کم) اُس نے کسی مذہب کے فروع میں کوئی کتاب پڑھی ہو اور اُس مذہب کے امام کے اقوال و فتاویٰ کو جانتا ہو۔ ورنہ رہا وہ شخص جو اس قدر اہلیت نہیں رکھتا بلکہ اُس نے کہا کہ میں حنفی ہوں یا شافعی ہوں تو صرف اتنا کہنے سے وہ اُس مذہب کا مقلد نہیں ہوگا۔ بلکہ جس طرح اگر کوئی کہے کہ میں فقیہ ہوں یا نحوی ہوں تو صرف کہنے سے وہ فقیہ یا نحوی نہیں ہو جاتا۔“ (تیسیر التحریر، جلد ۴، ص ۲۵۳، ناشر: مصطفیٰ البابی الحلبي،

مصر، ۱۳۵۳ھ)

اگرچہ بعد میں عوام کا یہ عمل جسے وہ اپنے منسوب الیہ امام کے مذہب کے خلاف کر رہے ہیں عرف و تعامل یا عموم بلوی کی منزل میں داخل ہو جائے اور مفتیانِ کرام اُن کے لیے جواز کا حکم لگائیں۔ مگر جب تک ان حضرات نے فتویٰ نہ پوچھا جو کچھ عمل کیا خاص اُن کا یہ عمل درست ہے کہ کسی امام کے مذہب کے موافق یا قول ضعیف کے موافق ہوا۔ جب اُنہوں نے اُس مسئلے میں کسی مذہب کی تقلید ہی نہیں کی، نہ اپنے منسوب الیہ امام کی اور نہ ہی کسی اور کی، تو کسی بھی مذہب کے مفتی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ بے تقلید کے اُس عامل پر اپنا فقہی مذہب لازم کر کے اُس کے اُس عمل کی وجہ سے اُسے فاسق یا گناہ گار ٹھہرائے یا اُس عمل پر انکار کرے۔ البتہ وہ لوگ جہالت و ترک تقلید کے سبب گنہگار ہیں تو اسی جہت سے اُن پر سخت حکم عائد ہوگا۔ وہ اور بات ہے کہ جہالت اور ترک تقلید کے فعلِ منکر کے انکار میں جہلا پر سختی نہیں کی جائے گی بلکہ نرمی سے اصلاح کی کوشش کی جائے گی ورنہ وہ علما سے دور ہوں گے اور جو استفادہ کر رہے تھے وہ بھی منقطع ہو جائے گا۔

مسئلہ سماع بالمرامیر

اہل سنت کے مابین سماع بالمرامیر کے حوالے سے بھی اختلاف پایا جاتا ہے اور کچھ حضرات سماع بالمرامیر کے مسئلے میں بھی مرتکبین پر طعن و تشنیع کرتے اور حکم تفسیق لگاتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار حس و مشاہدے کا انکار ہے۔ مگر دیگر فروعی مسائل کی طرح یہ بھی ایک فرعی اور فقہی مسئلہ ہے جس میں جواز کے قائلین پر حکم فسق نہیں۔ اس بات کو سمجھانے کے لیے فقیر نے اپنی کتاب ”مسلك اعتدال“ میں حضور مفتی اعظم ہند، تاجدارِ اہل سنت حضرت علامہ ومولانا مفتی مصطفیٰ رضا خان اور ان کے خاص شاگرد و خلیفہ نائب مفتی اعظم شارح بخاری حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہما اللہ تعالیٰ کی کچھ عبارتیں نقل کیں جن میں صاف و صریح الفاظ موجود ہیں کہ مسئلہ سماع بالمرامیر اہل سنت کے مابین مختلف فیہ ہے۔ چنانچہ فتاویٰ مصطفویہ کی یہ عبارت ملخصاً پیش کی:

”قوالی مع مزامیر ہمارے نزدیک ضرور حرام و ناجائز و گناہ

ہے۔ بعض صاحبوں نے اختلاف کیا ہے۔ اگرچہ وہ لائق التفات نہیں۔ مگر اس نے ان مبتلاؤں کو حکم فسق سے بچا دیا ہے جو ان مخالفین کے قول پر اعتماد کرتے اور جائز سمجھ کر مرتکب ہوتے ہیں۔“ (ملخصاً)

(مسلک اعتدال، ص ۲۸)

شراح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ عبارت پیش کی:

”بات یہ ہے کہ جب کسی مسئلے میں خود علمائے اہل سنت میں اختلاف ہو تو یہ درست نہیں کہ ایک دوسرے کو فاسق کہیں، یہاں یہی معاملہ ہے حضرات کچھو کچھ مقدسہ ہمارے معتمد علمائے اہل سنت ہیں وہ مزامیر کے ساتھ قوالی کو جائز کہتے ہیں۔ ان کا فرمانا یہ ہے کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے: **إِنَّ الْمَلَاهِي كُلَّهَا حَرَامٌ**۔ ”ملا ہی“ ان آلات کو کہتے ہیں جو لہو و لعب کے ہوں اس بنا پر ان کا کہنا ہے کہ لہو و لعب مزامیر سننا حرام ہے لیکن اگر کسی مقصد صحیح کے لیے سنا جائے جو عند الشرع مطلوب ہو تو جائز ہے۔ اگرچہ ان کا یہ کہنا اس لیے صحیح نہیں کہ احادیث کریمہ میں مزامیر اور معازف کو مطلقاً حرام فرمایا ہے، اور کسی معنی میں تخصیص عقل سے جائز نہیں مگر مجوزین بھی معتمد علمائے اہل سنت ہیں اور وہ بتاویل اس کو جائز کہتے ہیں اس لیے ان کی تفسیق جائز نہیں، البتہ ان کے قول کا رد کیا جائے گا، بناءً علیہ جو سنی علماء و مشائخ مزامیر کے ساتھ قوالیاں سنتے ہیں ان کو فاسق کہنا درست نہیں۔“

(فتاویٰ شارح بخاری) (مسلك اعتدال، ص: ۴۷)

مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ”اسلام اور چاند کا سفر“ میں تحریر فرمایا:

”اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ہے کہ مزامیر کے ساتھ قوالی مطلقاً ناجائز ہے مگر ہمارے اکابر اہل سنت کا ایک طبقہ اسے جائز جانتا ہے اور نہ صرف جائز جانتا ہے بلکہ سلوک میں مُمدّ و مُعاونِ جان کر سُننا بھی ہے اور سناتا بھی ہے۔ مگر یہ سب اختلاف کبھی بھی آپس میں سبّ و شتم اور اس ذوق کی تسکین کا باعث نہ ہوئے جو حضور والا کے ”صحیح المسلك“ میں جگہ جگہ جھلک رہا ہے بلکہ تمام اُمت شاہد ہے کہ اس قسم کے اختلاف کے باوجود آپس میں محبت و مؤدّت بلکہ عقیدت کے روابط ہمیشہ باقی رہے ہیں، اور ان شاء اللہ باقی رہیں گے۔“ (اسلام اور چاند کا سفر، ص: ۱۰) (مسلك اعتدال، ص: ۴۸)

ان عبارتوں کو پیش کر کے نہ تو فقیر نے یہ دعویٰ کیا اور نہ ہی کسی کو اس کا وہم ہو سکتا ہے کہ فقیر اس مسئلے کو ذکر کر کے لوگوں کو مذہبِ فقہی کی پابندی سے آزاد کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے کہ یہ مسئلہ ایک ہی مذہب کے فقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہے اور

کسی ایک جانب کا ضعف کتب فقہ میں مصرح نہیں۔ مگر معاندین ہماری دشمنی میں یہاں بھی بہتان طرازی سے نہیں چوکے، کتنا بچے میں لکھا:

” (سمع بالمرامیر کی) اس تمام بحث سے شامی صاحب اپنی اُسی باطل فکر کا جواز ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر مقلد اپنے مذہب کے فعل حرام کا ارتکاب کسی بھی امام کے قول کو اختیار کرتے ہوئے کرے تو یہ عمل اُس کے لیے جائز ہے اور اُسے منع نہیں کیا جائے گا۔“
(ص: ۱۰۷)

کچھ لوگ جو سوار ہیں کاغذ کی ناؤ پر تہمت تراشتے ہیں ہوا کے دباؤ پر حقیقت یہ ہے کہ ”مسلک اعتدال“ میں بیان کی گئی اعتدال کی روش کچھ لوگوں کو بڑی ناگوار گزری ہے اس لیے کہ اگر ان فروعی مسائل کو لے کر عوام اہل سنت آپس میں دست بگریاں ہونا چھوڑ دیں تو کچھ لوگوں کی روزی روٹی ہی بند ہو جائے گی جن کی مہارت اسی طرح کے اختلافی مسائل کو ہوا دے کر عوام کے جذبات سے کھیلنے میں ہے۔ مگر جب اُن لوگوں سے ”مسلک اعتدال“ کے مندرجات کا رد نہیں بن سکا تو ایک خود ساختہ الزام تراش کر امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارتوں کے ذریعے اُس کا رد کرنا شروع کر

دیا۔ بہت سے لوگ تو بے چارے اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام ہی سے مرعوب و متاثر ہو جاتے ہیں اور آگے یہ نہیں سوچتے کہ جس شخص کے خلاف سخت حکم کو ثابت کرنے کے لیے ان عبارتوں کا استعمال کیا جا رہا ہے وہ تو خود ان متفق علیہ مسائل میں صد فی صد امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا پیرو ہے۔

مگر فقیر ان شریکوں کو یہ بتادینا چاہتا ہے کہ اب تمہاری دکانوں کے بند ہونے کا وقت آ گیا ہے، اب اتحاد ہو کر رہے گا، اب اہل سنت ان فروعی مسائل کی آڑ میں ایک دوسرے کو سب و شتم نہیں کریں گے، اب فروع میں اختلاف کے سبب کوئی کسی کو بلا وجہ شرعی فاسق نہیں کہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہزار برق گریں لاکھ آندھیاں اٹھیں

وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

سماع بالمرزا میر کے مسئلے میں کتابچے میں جو کچھ خامہ فرسائی کی گئی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرزا میر کی حرمت کی علت لہو و لعب ہے اور سرکار مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے سماع بالمرزا میر کے مرتکبین پر جو حکم فسق نہیں لگایا وہ اس وجہ سے نہیں کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بلکہ اس وجہ سے کہ

مرتکبین سے لہو و لعب کا قصد ثابت نہیں۔ گویا کہ ان کے نزدیک سماع بالمرزا میر کے قائل و عامل مشائخ چشت اہل بہشت قدست اسرار ہم کے درمیان اور سیدی اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند اور شارح بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان سماع بالمرزا میر کے مسئلے میں سرے سے کوئی اختلاف ہے ہی نہیں۔ اس لیے کہ دونوں گروہ مزامیر کو بروجہ لہو و لعب حرام قرار دیتے ہیں اور اگر لہو و لعب کا قصد نہ ہو تو فریقین کے نزدیک سماع بالمرزا میر جائز ہے۔ اسی کو کہتے ہیں۔

اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوچھی

حالاں کہ اس کے رد کے لیے شارح بخاری اور مفتی اعظم ہند رحمہما اللہ تعالیٰ کی صریح عبارتیں ہی کافی ہیں جن میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو عدم فسق کی وجہ بھی صراحتاً اسی اختلاف کو قرار دیا کہ

”بعض صاحبوں نے اختلاف کیا ہے۔ اگرچہ وہ لائق

التفات نہیں۔ مگر اس (اختلاف) نے ان مبتلاؤں کو حکم فسق سے بچا دیا ہے جو ان مخالفین کے قول پر اعتماد کرتے اور جائز سمجھ کر مرتکب

ہوتے ہیں۔“ (فتاویٰ مصطفویہ، ص: ۵۶۴)

شراح بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت پر غور فرمائیں:

”بات یہ ہے کہ جب کسی مسئلے میں خود علمائے اہل سنت میں اختلاف ہو تو یہ درست نہیں کہ ایک دوسرے کو فاسق کہیں، یہاں (سماع بالمرامیر کے مسئلے میں) یہی معاملہ ہے“ (فتاویٰ شراح بخاری)

”مگر مجوزین بھی معتمد علما میں سے ہیں اور وہ بتاویل اس کو جائز کہتے ہیں اس لیے ان کی تفسیق جائز نہیں، البتہ ان کے قول کا رد کیا جائے گا، بناءً علیہ جو سنی علما و مشائخ مرامیر کے ساتھ قوالیاں سنتے ہیں ان کو فاسق کہنا درست نہیں۔“ (مرجع سابق)

”اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ہے کہ مرامیر کے ساتھ قوالی مطلقاً ناجائز ہے مگر ہمارے اکابر اہل سنت کا ایک طبقہ اسے جائز جانتا ہے اور نہ صرف جائز جانتا ہے بلکہ سلوک میں مُمدِّ و مُعاونِ جان کر سُنّتِ بھی ہے اور سناتا بھی ہے۔ مگر یہ سب اختلاف کبھی بھی آپس میں سب و شتم اور اس ذوق کی تسکین کا باعث نہ ہوئے جو الخ“ (اسلام اور چاند کا سفر)

در اصل ان نو آموز کرم فرماؤں کو اس بات سے دھوکہ ہوا کہ جب انہوں نے دیکھا کہ مزامیر کی حرمت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لعینہا نہیں ہے تو انہوں نے سمجھا کہ تب تو کوئی اختلاف ہی نہیں ہے اور شارح بخاری اور مفتی اعظم رحمہما اللہ تعالیٰ کی صریح عبارتوں سے شتر مرغ کے ریت میں سر چھپانے کی طرح یکسر چشم پوشی کر لی۔ کاش کہ یہ لوگ کسی ماہر و تجربہ کار مفتی سے اس مسئلے میں رہنمائی حاصل کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ سماع بالمزامیر کا مسئلہ فریقین کے درمیان مزامیر کی حرمت کے بغیر ہا ہونے کے باوجود مختلف فیہ ہے۔ کتنا بچے میں فتاویٰ رضویہ کی ایک عبارت کو پیش کیا:

”مزامیر یعنی آلات لہو و لعب بروجہ لہو و لعب بلاشبہ حرام ہیں

جن کی حرمت اولیاء و علماء دونوں فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں

مصرح۔“ (فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد: ۲۴، ص: ۷۸ تا ۷۹)

اس عبارت کو لکھ کر خامہ فرسائی کی:

”امام اہل سنت حرمت مزامیر کی علت لہو و لعب کو قرار

دے رہے ہیں۔“ (ص ۱۰۹)

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عبارت میں یا کسی بھی عبارت

میں حرمتِ مزا میر کو ”بروجہ لہو و لعب“ کی علت میں منحصر نہیں کیا۔ بلکہ اس عبارت میں بالاتفاق حرام ہونے کو بتایا کہ اگر بروجہ لہو و لعب ہو تو سب کے نزدیک حرام ہے۔ یعنی ”بروجہ لہو و لعب“ اگر علت ہے بھی تو یہ ایک اتفاقی علت ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حرمتِ مزا میر کی علت امام اہل سنت قدس سرہ کے نزدیک صرف ایک یہی ہے۔ ایک حکم کی ایک سے زائد علتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ اُن میں سے کسی ایک علت کے پائے جانے پر بھی حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ تو اگرچہ بعض اوقات ”بروجہ لہو و لعب“ کی علت مفقود ہو کسی دوسری علت کا تحقق حرمت کے ثبوت کو کافی ہے۔ مثال کے طور پر امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حرمتِ مزا میر کی دود گیر علتیں ذکر فرمائی ہیں:

”(۱) لَأَنَّ اللَّذَةَ الْحَاصِلَةَ مِنْهَا تَدْعُو إِلَى فُسَادِ كَشْرَبِ

الْخَمْرِ لَا سِيَّمَا مِنْ قَرَبِ عَهْدِهِ بِهَا۔ (۲) وَلِأَنَّهَا شَعَارُ الْفُسْقَةِ،

وَالْتَشَبُّهُ بِهِمْ حَرَامٌ“

(تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج، جلد ۱۰، ص ۲۱۹)

اگرچہ ہمارے نزدیک مشائخِ چشت اہل بہشت قدس دست اسرار ہم کی منکراتِ شرعیہ سے پاک محفلِ سماع بالمزا میر میں یہ علتیں مفقود ہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی سابق عبارت میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقف کے مطابق حرمتِ مزامیر کے لیے ”بروجہ لہو و لعب“ کی قید احترازی نہیں ہے۔ جس طرح ”**لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب**“ میں ”**دار الحرب**“ کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی اس عبارت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر کوئی سلوک میں ممد و معان جان کر سماع بالمزامیر کو سُننے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ جائز ہو جائے۔ اس لیے کہ امام اہل سنت رحمہ اللہ تعالیٰ نے سماع بالمزامیر کو ہر پرہیزگار شخص بلکہ ہر ولی کے لیے جائز نہیں قرار دیا اگرچہ وہ لہو و لعب کے قصد کے بغیر سلوک میں ممد و معان جان کر دیگر منکراتِ شرعیہ سے بچتے ہوئے سماع بالمزامیر سُنتا ہو، بلکہ اُن اولیا کے لیے جائز قرار دیا جن کا وجود اولیا میں بھی سرخ گندھک اور کوہِ یاقوت کی طرح نادر ہے۔ جو یا تو (۱) غلبہ حال سے مغلوب و مضطر ہو کر سُنیں یا (۲) عین شریعت کبریٰ تک پہنچ کر تقلیدِ امام کی قید سے آزاد ہو جائیں یا (۳) اُس بلند مقام و حال پر ہوں کہ بندے کے کسی فعل پر اُس کا خود کا اختیار نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اُس پر بغیر اُس کے قصد کے افعال کا اظہار فرماتا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: (مُلخصاً)

”یوہیں یہ بھی ممکن کہ بعض بندگان خدا جو ظلمات نفس

و کدورات شہوت سے یک لخت بری ومنزہ ہو کر فانی فی اللہ و باقی باللہ ہو گئے کہ: لا یقولون الا اللہ و لا یسمعون الا اللہ بل لا یعلمون الا اللہ بل لیس ہناک الا اللہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں کہتے، اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں سنتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کچھ نہیں جانتے بلکہ وہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی جلوہ گر ہوتا ہے۔ (ت) ان میں کسی نے بحالت غلبہ حال خواہ عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہنچ کر از انجا کہ ان کی حرمت بعینہا نہیں، بعد وثوق تام و اطمینان کامل کہ حالاً و مآلاً فتنہ منعدم احیاناً اس پر اقدام فرمایا ہو۔ اقول: بلکہ یہاں ایک درجہ اور وجہ ادق و اعمق ہے صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب العزت تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببته کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی بیصر بہ و یدہ الذی یتطش بہا و رجلہ الذی یمشی بہا۔ یعنی میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے پھر جب میں اسے دوست رکھتا

ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ جس سے کوئی چیز پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں جس سے وہ چلتا ہے انتہی۔ اب کہئے کون کہتا اور کون سنتا ہے، آواز تو شجرہ طور سے آتی ہے مگر لا واللہ پیڑ نے نہ کہا نی انا اللہ رب العالمین۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود
(اس کا ارشاد در حقیقت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر چہ بظاہر اللہ تعالیٰ کے بندے کے منہ سے نکلے۔ ت)

یہی حال سننے کا ہے واللہ الحجة البالغة۔ مگر اللہ اللہ یہ عباد اللہ کبریت احمر کوہ یا قوت ہیں اور نادرا احکام شرعیہ کی بنا نہیں تو ان کا حال مفید جواز یا حکم تحریم میں قید نہیں ہو سکتا۔ نہ یہ مدعیان خامکاران کے مثل ہیں نہ بے بلوغ مرتبہ محفوظیت نفس پر اعتماد جائز۔ رجماً بالغیب کسی کو ایسا ٹھہرا لینا صحیح، ہاں یہ احتمال صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اسکا انتفا معلوم نہ ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات فاعل سے بحث نہ کیجئے۔“ (فتاویٰ رضویہ مترجم،

جلد ۲۲، ص ۸۱ تا ۸۲)

فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: ”أن الحكم يدور مع العلة وجودا وعدما“

(رد المحتار، ۳/۳۹) یعنی جب کسی حکم کی علت پائی جائے تو وہ حکم موجود ہوتا ہے اور جب علت منقش ہو تو حکم بھی معدوم ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ حکم کی علت تو معدوم ہو مگر حکم موجود ہو۔ حالاں کہ جس نادر صورت میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے عدم لہو و لعب اُس صورت میں منحصر نہیں بلکہ سلسلہ چشتیہ سے وابستہ عام صالحین جو اگرچہ ولایت کی منزل تک نہیں پہنچے وہ بھی منکرات شرعیہ سے بچتے ہوئے لہو و لعب کے قصد کے بغیر سماع بالمزامیر کو سلوک میں ممد و معاون جان کر سنتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود سرکار اعلیٰ حضرت اور آپ کے متبعین انہیں فتویٰ جواز نہیں دیتے لہذا معاندین کا یہ کہنا غلط ہے کہ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سماع بالمزامیر کی حرمت بروجہ لہو و لعب کی علت میں منحصر ہے۔ فتاویٰ رضویہ شریف کی مذکورہ بالا عبارت کے آخری جملوں پر غور فرمائیں:

”رجماً بالغیب کسی کو ایسا ٹھہرا لینا صحیح، ہاں یہ احتمال صرف

اتنا کام دے گا کہ جہاں اسکا انتفا معلوم نہ ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ

دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات فاعل سے بحث نہ کیجئے۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں ذات فاعل کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ وہ ولایت کے اُس مخصوص نادر مقام پر نہیں پہنچا جس پر فائز ولی کے لیے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے تو اگرچہ وہ سماع بالمرزا میر بروجہ لہو و لعب نہیں سُننا بلکہ سلوک میں ممد و معاون کے طور پر منکراتِ شرعیہ سے بچتے ہوئے سُننا ہو اُس کے لیے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ حرمت کا ہے۔ جب کہ مشائخِ چشت اہل بہشت قدس سرہ ہم اس صورت میں جواز کے قائل و عامل ہیں۔ اسی طرح سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ اہل و نا اہل کی تفریق کے بغیر سماع بالمرزا میر کو مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:

”اہل نا اہل کا تفرقہ سماع مجرد میں ہے۔ مزا میر میں اہل کی اہلیت نہیں، نہ ان کا کوئی اہل نہ وہ کسی کے لئے جائز، مگر مجاذیب اور خود رفته کہ عقل تکلفی نہ رکھتے ہوں اُن پر ایک مزا میر کیا کسی بات کا مواخذہ نہیں کہ ع

سلطان نگیرد خراج از خراب

(کیونکہ بنجر اور ویران زمین سے کوئی بادشاہ (لوگوں سے) ٹیکس

وصول نہیں کرتا۔ ت)

ایسی جگہ اہل عقل میں اہل و نا اہل کا فرق کرنا ہر کس و نا کس کو گناہ پر جری کرنا اور امت مرحومہ پر مکر شیطان لعین کا دروازہ کھولنا ہے، ہر فاسق اسی کا مدعی ہوگا کہ ہم اہل ہیں ہم کو حلال ہے علانیہ ارتکاب معصیت کرے گا اور حرام خدا کو حلال بتائے گا اور اپنے امثال عوام جہال کو گمراہ بنائے گا، کیا شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا حکم لاتی ہے، حاشا للہ۔ شریعت مطہرہ فتنہ کا دروازہ بند فرماتی ہے اور یہ حکم فتنہ کے روزن کو عظیم پھاٹک کرتا ہے، تو کس قدر مبائن شریعت غرا ہے۔ الخ“ (فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۲۴، ص ۲۸)

مگر اس کے برخلاف ہمارے مشائخ چشت اہل بہشت قدس دست اسرار ہم اہل و نا اہل کی شرطوں کے الزام کے بغیر ہر اُس شخص کے لیے سماع بالمرزا میر کی اجازت دیتے ہیں جو دیگر منکرات شرعیہ سے بچتے ہوئے سماع بالمرزا میر کو حسن نیت کے ساتھ سلوک میں ممد و معاون جان کر سنتا ہے۔ اور اگر سماع بالمرزا میر کے مرتکبین کی نیت معلوم نہ ہوں تو حکم قرآنی

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ

الظَّنَّ اِنَّهُمْ وَلَا تَجَسَّسُوا“

ترجمہ: ”اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ اور عیب نہ ڈھونڈو۔“ (الحجرات: ۱۲)

اُن سے حسنِ ظن کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اور حتی الامکان اُن کے فعل کو محمل حسن پر محمول کرتے ہیں۔ جیسا کہ خود امام اہل سنت قدس سرہ نے فرمایا:

”اور مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوت شرعی نہ ہو۔“

(فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۶، ص ۴۸۶)

”مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتی الامکان اس کے قول

وفعل کو وجہ صحیح پر حمل واجب۔“ (مرجع سابق، جلد ۲۰، ص ۲۷۸)

چنانچہ امام المعقول والمقول، استاذ الاساتذہ، ملک المدرسین، حضرت علامہ ومولانا الحاج عطا محمد بندیا لوی چشتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جوازِ سماع بالمرز امیر پر لکھے گئے اپنے رسالے میں اپنا موقف پیش کرتے تحریر فرمایا:

”غنا کا جواز مخصوص بادف نہیں ہے بلکہ جس آلہ سے کیا

جائے مباح ہے..... ائمہ اربعہ سے امام مالک اور امام شافعی اور

امام احمد بن حنبل (رحمہم اللہ تعالیٰ) سب غنا سنتے تھے اور ائمہ احناف

سے امام ابو یوسف اور داؤد طائی (رحمہما اللہ تعالیٰ) بھی سنتے تھے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے غنا کے ممنوع ہونے پر کوئی نص صریح نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے بعض تلامذہ نے آپ کے ایک قول سے اس مسئلے میں کراہت مستنبط کی ہے..... غنا جو کہ فواحش سے خالی ہو، عام ازیں کہ مزامیر کے ساتھ ہو یا کہ بغیر مزامیر کے صحابہ سے لے کر تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین تک مجالس غنا میں حاضر ہوتے تھے..... عید اور دوسرے مواقع خوشی پر غنا مع مزامیر لہو و لعب کے طور پر جائز ہے..... غنا کے جواز میں جو شرائط کتب فقہ میں مذکور ہیں وہ شرائط اولویۃ ہیں نہ کہ شرائط جواز، اور یہ شرائط بھی متفق علیہا نہیں ہیں۔“ (ملخصاً) (قوالی کی شرعی حیثیت، ص ۱۹ تا ۲۰، ناشر: مکتبہ جمال کرم، لاہور)

علامہ عطا محمد بندیا لوی رحمہ اللہ تعالیٰ فتاویٰ خیر یہ کی ایک عبارت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”غنا اُس وقت منع ہے کہ مقصود لہو مجرد ہو یعنی اور کوئی اچھا مقصد نہ ہو۔ اور اگر محض اچھا مقصد اور کچھ لہو ہو تو دو صورت

جائز ہیں۔ اسی لیے سابق عبارت میں مذکور ہے: ”لا بأس بضرب
الدفوف فی الأعراس والولیمة وإن کان فی ذلک نوع من
اللہو“ اور دوسری جگہ فرمایا: ”واللہو المجرد فی حرم“ (ص: ۳۶)

”مانعین نے جو غنا کی شرائط ذکر کی ہیں وہ کوئی متفق علیہ
نہیں ہیں بلکہ صرف ایک مذہب ہے جو یہ شرائط مقرر کرتا ہے۔ یہ
شرائط صرف ایک مذہب پر ہیں جیسا کہ بندے نے بارہا اس پر تنبیہ
کی ہے لیکن مانعین نے یہ سمجھا کہ یہ شرائط جواز اور متفق علیہ ہیں۔“
(ملخصاً ص ۳۷)

رد المحتار کی عبارت ”وهذا یفید أن آلة اللہو لیست محرمة لعینہا
الخ“ کی تشریح میں فرمایا:

”اس مسئلے کا تعلق نیت سے ہے تو مانعین نے سامع کی
نیت پر حملہ کر کے فتویٰ جڑ دیا کہ چوں کہ یہ عرس میں قوالی سنتا ہے لہذا
اس کی امامت ناجائز ہے۔ مانعین سے ہم سوال کرتے ہیں کہ علمائے
اہل سنت اور صالح دین دار جو اپنے مشائخ کے اعراس پر حاضری

دیتے ہیں اور سفر کی صعوبت برداشت کر کے اپنے مشائخ کی مجالس میں اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کی منقبتیں سُنتے ہیں اور ہمارے مشائخ کرام جو سال بسال ایصالِ ثواب کے لیے اعراس کا انتظام فرماتے ہیں اور قوالی کے ساتھ مجالس میں علمائے کرام کی تقاریر ہوتی ہیں کیا تمہارا دل یہی کہتا ہے کہ ہر دو جانب سے لہو مقصود ہوتا ہے؟ کیا تم پر یہ حدیث صادق نہیں آتی: ”ہلا شققت قلبہ“ (ص ۳۲)

علامہ بند یالوی رحمہ اللہ تعالیٰ آخر میں سوال قائم کرتے ہوئے فرماتے

ہیں:

”آپ مقاماتِ حریری اور سبعۂ معلقہ پڑھتے ہیں حالاں کہ ان میں اکثر مضامین لہو الحدیث اور فواحش کے قبیل سے ہیں، مثلاً مقاماتِ حریری میں سروجی ایک لڑکے کو قسم دلاتا ہے ”دمی اللہ دواتی بالآقلام“ اور سبعۂ معلقہ میں ”دارِ جلیل“ کے قصے پڑھتے پڑھتے بوڑھے ہو گئے ہیں اور آپ کو کبھی خیال نہیں آیا کہ ہم یہ لہو الحدیث پڑھ کر اور پڑھا کر فاسق ہو رہے ہیں اور امامت کے قابل نہیں رہے؟ آپ تو ان لہو الحدیث کے بعد فاسق نہیں ہوتے اور ہم

اہل سنت اگر ایک پاک مجلس میں یہ سن لیں ”محمد کی الفت بڑی چیز ہے... خدادے یہ دولت بڑی چیز ہے۔“ ”ہمارا ناز جو کچھ ہے محمد مصطفیٰ پر ہے۔“ تو آپ کا فتویٰ حرکت میں آ جاتا ہے۔ فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔ یہاں دو چیزیں ہیں: اول تغنی، دوم آلاتِ لہو، تو جس طرح لہو کی مذمت ہے اسی طرح غنا اور تغنی کی بھی مذمت ہے۔ مثلاً: ”الغناء یبیت النفاق۔“ اور غنا یہ ہے کہ موسیقی کے قواعد کے مطابق شعر وغیرہ پڑھے جائیں حالاں کہ مانعین کے سامنے قوال لوگ مساجد میں (بغیر مزامیر کے) غنا کرتے ہیں اور اسی طرح واعظین وغیرہ، کیوں کہ آج کل بڑا واعظ وہی ہے جو غنا کے طور پر اشعار پڑھے۔ دراصل قرآن مجید میں جو لہو الحدیث کا لفظ ہے یہ اضافت الصفۃ الی الموصوف ہے یعنی الحدیث اللہو تو گانے کا نام ہے نہ کہ آلات کا۔ آلات تو صرف حدیث اور گانے کے معاون ہیں۔ آپ نے لہو الحدیث پر تو کبھی فتویٰ نہیں لگایا اور اس کے معاون (ساز) کو گردن زنی قرار دے دیا۔ (ص ۳۹ تا ۴۰)

مذکورہ بالا عبارتیں کسی معمولی شخصیت کی نہیں بلکہ علمائے اہل سنت کے

درمیان ان کا علمی مقام اتنا اونچا ہے کہ علامہ غلام رسول رضوی (شارح بخاری)، علامہ عبد الحکیم شرف قادری، علامہ غلام رسول سعیدی، علامہ سید محمود احمد رضوی (شارح بخاری) وغیرہ اکابر علما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جو سماع بالمزامیر کے مسئلے میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے موافق تھے انہوں نے علامہ عطا محمد بند یا لوی چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی کو اپنے نصیب کی معراج شمار کیا ہے اور جا بجا اپنی تحریروں میں اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔

ان عبارتوں کو پیش کرنے سے فقیر کا مقصد صرف اتنا ہے کہ برصغیر کے مشائخ چشت اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے درمیان سماع بالمزامیر کے مسئلے میں اختلاف ہے۔ لہذا بقول مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ ”مگر مجوزین بھی معتمد علما میں سے ہیں اور وہ بتاویل اس کو جائز کہتے ہیں اس لیے ان کی تفسیق جائز نہیں، البتہ (مانعین کی جانب سے) ان کے قول کا رد کیا جائے گا، بناءً علیہ جو سنی علما و مشائخ مزامیر کے ساتھ قوالیاں سننے ہیں ان کو فاسق کہنا درست نہیں۔“ فالحمد للہ علی ذلک۔

خاتمہ

اس تحریر کے آخر میں بھی فقیر وہی عرض کرنا چاہتا ہے جو ”مسلك

اعتدال‘ کے آخر میں عرض کیا تھا کہ اس تحریر کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد اگر کسی کے ذہن میں کوئی سوال پیدا ہو یا کسی کو کوئی بات درست معلوم نہ ہو تو وہ بلا جھجک ہمیں لکھ کر بھیجے۔ اگر ہم سے ممکن ہو تو کتاب کے اگلے ایڈیشن میں سائل کو اطمینان بخش جواب دینے کی کوشش کریں گے اور اگر ہم اپنی کسی غلطی پر مطلع ہوئے یا ہمیں اپنی کسی رائے میں کمزوری نظر آئی تو بغیر کسی شرم و تاخیر کے ہمیں آپ حق کی طرف رجوع کرنے والا پائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارک علی حبیبہ محمد وعلی
آلہ وصحبہ وازواجہ وذریاتہ وأہل بیتہ وعلباء ملتہ
وأولیاء أمتہ وابنیہ الکریمین الغوث الأعظم
الجیلانی وسلطان الہند خواجہ معین الدین الجشتی
ومن تبعہم بإحسان إلی یوم الدین۔

فقط

اسیر بارگاہ فیضی

محمد ثاقب اقبال چشتی نظامی

مقیم حال: برمنگھم، برطانیہ

info@kanzulhuda.com